ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر 85 | قیمت پندرہ روپے | اپریل 2005ء



مرکزی خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ چھلو بلتستان

امیدوں کا مرکز

اہل صوفیہ نوربخشیہ کے خوابوں کی تعبیر اور نظریاتی دفاع کی اُمیدوں کا مرکز

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے ساتھ تعاون کی اپیل

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس کی نظر کرم اور تمام اہل نوربخشیہ کے تعاون کے بدولت مدرسہ شاہ ہمدانؒ سکردو (رجسٹرڈ) عرصہ نو سال
سے بطریق احسن قوم کے نونہالوں کو معیاری دینی تعلیم اور مروجہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں دن رات کوشاں ہے۔ اب تک کا
تعداد میں طلباء فارغ التحصیل ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں ملک وملت کے لئے خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ اس وقت
بلتستان کے طول وعرض سے 85 طلباء زیر تعلیم ہیں جن کو قیام وطعام، خوراک وپوشاک اور تمام تعلیمی اخراجات اور طبی سہولت بھی مہ
ہیں۔ مزید برآں پانچ اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کرام اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان طلباء کو قرآن وحدیث، فقہ، اصو
منطق اور تعلیمات شاہ ہمدانؒ وسید محمد نوربخشؒ سے ہم آہنگ تعلیم وتربیت دینے میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں محلہ کے نوربخشی بچوں
ایک کثیر تعداد کو ناظرہ، قرآن مجید، دعوات صوفیہ، فقہ اور صوم وصلوٰۃ کی تربیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اہل نوربخشیہ
تعاون کے بدولت مدرسہ شاہ ہمدانؒ کی دومنزلہ نئی عمارت جس میں طلباء کے لئے ہاسٹل، کلاس رومز، لائبریری، دفتر اور کانفرنس ہال
مشتمل ہے تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے یہ عظیم دینی درسگاہ اغیار کے نظریاتی یلغار کو روکنے کا واحد دفاعی قل
ہے جسے ہر حال میں مستحکم رکھنا پوری ملت نوربخشیہ کی ذمہ داری ہے۔ مدرسہ کی انتظامیہ تمام اہل نوربخشیہ کی تعاون کے بغیر اس عظیم ذ
داری کو احسن طریقے سے انجام نہیں دے سکتی۔ یاد رہے! ماضی میں زوال کے اسباب اغیار کی پیروی ٹھہرے ہیں۔ اس تلخ تجربے
بعد احیاء تصوف کے لئے تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ کی کوشش جرأت مندانہ رہی ہے۔ قوم سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ ہر قدم پر اس جدوجہ
جاری رکھیں گے۔ آخر میں تمام اہل نوربخشیہ چاہے وہ دُنیا کے کسی بھی حصہ میں مقیم ہوں ان سے گذارش ہے کہ وہ اس دینی قلعہ
استحکام کے لئے حسب توفیق مالی، قولی اور قلمی تعاون کو جاری رکھیں۔ مالی امداد نقدی، غلہ، آٹا، سبزی، مویشی وغیرہ کی صورتوں میں
جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہر علاقہ کے لوگ شہر ہو یا گاؤں ہو۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق جمع کر کے نمائندہ کی وساطت سے مدرسہ
انتظامیہ تک پہنچا دیں یا مطلع فرمائیں۔

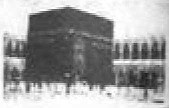
تعاون کا طلبگار

انتظامیہ مدرسہ شاہ ہمدانؒ (رجسٹرڈ)

سیٹلائٹ ٹاؤن، سکردو



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

انٹرنیشنل

ماہنامہ

نوائے صوفیہ

مدیر: علامہ محمد بشیر

تاریخ اپریل 2005ء

شمارہ نمبر 85

قیمت پندرہ روپے

فہرست مضامین

-1	تذکرو تذکر	اداریہ
-2	القرآن	مولانا عبدالحمید
-3	مجموعہ شریعت محمدیہ	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
-1	اعتکاف کے فضائل	مولانا شکور علی انور
-5	سانحہ کربلا	جی۔ایچ۔معروفی
-6	فلسفۂ شہادت حضرت امام حسینؓ	شمشیر علی سرموی
-7	اسلام میں عورت کا مقام	عبدالرحمٰن صابر چھورچی
-8	موضع سرموں ایک تعارف	مولانا علی محمد محمدی
-9	منشی حسن خان سے انٹرویو	غلام حسن حسنو
-10	حاجی محمد حسن سے انٹرویو	نمائندہ نوائے صوفیہ اسلام آباد
-11	آپ کے مسائل اور اُن کا حل	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
-12	دُنیائے تصوف کی خبریں	جی ایچ معروفی
-13	قارئین کے خطوط	محمد انور

برائے خط وکتابت

358-A، سیکٹر G-6/1-1، اسلام آباد، پاکستان۔

نوٹ: مضامین اور مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

چیک، ڈرافٹ بنام ماہنامہ نوائے صوفیہ اکاؤنٹ نمبر 1778 UBL سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے انٹر گرافک پرنٹر، آئی نائن فور، اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ G-6/1-1، 358-A، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکّر و تذکر

عالمِ بشریت میں ارتقائی مراحل طے کئے جانے کا سلسلہ غالباً جاری و ساری ہے۔ چونکہ ہر عالمِ امکانی عالمِ فانی ہے لہٰذا ہر عالم میں تادمِ حیات ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی نظر آتی رہے گی۔ عالمِ انسانی کو دیگر ہر عالمِ امکانی پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ عالمِ انسانی کے سوا دیگر جملہ عالم ہائے امکانی انسانی ترقی کے لئے مادی اسباب اور لوازمات کے زمرے میں آتے ہیں۔ رب العالمین نے کائنات اور کائنات کے جملہ امکانی موجودات انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ چنانچہ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ○ والی آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس عالمِ کون و مکان میں ہر لحاظ سے خوش و خرم ہے۔ اسے کسی قسم کے ناقابل برداشت دکھ و درد کا سامنا نہ ہونے پائے۔ وہ جہاں چاہے دندناتا رہے، اُسے کسی قسم کی رکاوٹ وغیرہ سے دوچار ہونے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ اُس کی آزادانہ زندگی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ لگ جائے۔ وہ يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ ○ کی منہ بولتی تصویر کا مصداق ٹھہرتا ہی رہ جائے۔ انسان کی یہ خواہشات اُس کی سفلی خواہشات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس قسم کی سفلی خواہشات کی تکمیل سے انسان کو "وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ" والی کربناک قدرتی دھمکی ملتی ہے اور اس کا خطرناک انجام کسی سے مخفی نہیں۔ خوب آگاہ رہے کہ عالمِ اسلام میں اس قسم کی سفلی خواہشات کی تکمیل کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ عالمِ اسلام کے شہریوں کو ایک اعلیٰ خواہش کی تکمیل نہایت ضروری قرار پاتی ہے اور وہ اعلیٰ خواہش اپنی تخلیق کی غرض و غایت ہے۔ گویا معبودِ حقیقی رب العالمین کی رضامندی کے لئے صرف اُس کی عبادت گزاری میں عملی زندگی گزارنا عالمِ اسلام کے ہر ایک شہری کا نہایت ضروری فرض قرار پاتا ہے۔

پُر امن ماحول

یہ امر کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں کہ دُنیا میں ہر کام کی درست بجا آوری کے لئے پُر امن ماحول کا میسّر آنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی جگہ پُر امن فضا پر بد امنی کی کالی گھٹا چھا جائے تو عالمِ اسلام کے شہریوں کو بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اپنے مقصدِ حیات کے حصول پر بُرا اثر پڑ جائے تو اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔ پُر امن ماحول میں بگاڑ پیدا ہونے کے اسباب بہت ہو سکتے ہیں۔ ان اسباب میں فرقہ واریت کو ہوا دینے کا رجحان سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ جو مقامات امن کا گہوارہ قرار پاتے ہیں وہ بھی بدامنی اور خطرات سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہ عالمِ اسلام کے شہریوں کی سب سے بڑی بدقسمتی اور آئندہ نسلوں کے لئے افسوسناک ترین تاریخی داستان ہے۔ اہلِ نوربخشیہ عالمِ اسلام کے ان شہریوں پر مشتمل ایک مکتبہ فکر والے ہیں جو آج تک ایک مثالی پُر امن گروہ رہے ہیں۔

آج تک ہم میں کسی ایسی گروہ بندی والی صورت حال

وجود پذیر نہیں ہوئی، پُرامن مذہبی فضا کی صورت کو ہر حال میں برقرار رکھنا دانشورانِ قوم اور مذہبی قیادت کی ذمہ داری ہے۔ پُرامن مذہبی فضا کو غبار آلود بنانے کی ہلکی سی صورت بھی اگر وجود پذیر ہو تو اس کے نتیجے میں فکری تضاد جڑ پکڑ لیتا ہے۔ مودّت عداوت میں بدل جاتا ہے، شقاوت سعادت کی جگہ لیتی ہے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے معاملات کی وجہ سے کبھی کبھار بڑے بڑے معاملات جنم لیتے ہیں۔ دُنیا میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اہل نوربخشیہ میں اس قسم کی کربناک شکل بننے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم حالیہ دنوں میں قومی اتحاد و یکجہتی میں رخنہ اندازی والی ایک افسوسناک صورت حال دیکھنے میں آئی ہے۔ اس کی مثال علی پور میں رُونما ہونے والا واقعہ دراصل نوربخشیوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی پالیسی کی پہلی بنیاد معلوم ہوتا ہے حالانکہ مذہبی قیادت کا فرض بنتا ہے کہ جہاں اُمت میں اختلاف نظر آئے تو اس میں صلح کی کوشش کرے۔ اس کے بجائے علیحدگی پسندوں کی پشت پناہی کرتے ہوئے اس کی بنیاد رکھنا دین دوستی نہیں۔ یاد رہے کہ بعض ذہنی اختلاف اور کچھ کچھ فکری ناہموار کی صورت حال ہر مکتبہ فکر کے ہاں موجود ہے اس کے باوجود وہ اپنے لئے الگ عبادت گاہ تعمیر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں۔ جملہ دانشورانِ قوم اور بہی خواہانِ مسلک کے لئے گہرے غور و خوض کا مقام ہے۔

☆☆☆

بقیہ آپکے مسائل اوران کا حل

جواب نمبر 5: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥ رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہونے کی تاکید والی کئی آیات ہیں تاہم یہ آیت مبارکہ زیادہ نمایاں ہے۔

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ (۵۳) (سورت زمر، آیت نمبر 53، پارہ نمبر 24)

جواب نمبر 6: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥ مسجد کی چھت چونکہ عین مسجد کے حکم میں ہے۔ اس پر مدرسۃ البنات قائم کرنے سے وہ شرعاً غیر مسجد قرار نہیں پا سکتی کیونکہ وہ مدرسۃ البنات کے فرش ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد کی چھت ہی ہے۔ لہٰذا مخصوص ایام سے دوچار معلمہ اُن ایام کے لئے متبادل انتظام کرے یا مخصوص ایام کی چھٹی کرے۔ اسی طرح مدرسۃ البنات میں زیرِ تعلیم طالبات میں سے جن طالبات کو مخصوص ایام سے دوچار ہونا پڑے اُن کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ مخصوص ایام کے گزر جانے تک چھٹی لے کر گھر پر رہیں۔

اُمید ہے کہ دونوں سائلین حضرات ان جوابات سے مطمئن ہوں گے اور اگر سائلین کو کوئی بات مزید وضاحت طلب معلوم ہو تو خط لکھ کر اُس کی مزید وضاحت شائع کروائی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

القرآن

از مولوی عبدالحمید

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 47)

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور سریانی زبان میں عبداللہ کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل سے مراد اولادِ یعقوب ہیں۔

ترجمہ: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میری اُن نعمتوں کو میں نے تم پر کیں اور بے شک میں نے تمہیں عالمین پر فضیلت عطا کی۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دے رہا ہے جو اللہ نے ان پر کیے۔

بنی اسرائیل کے انعامات

(1) فرعون مصر بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کر دیتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ فرعون کے درباری نجومیوں نے اس سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کو ختم کر دے گا۔ لہٰذا فرعون نے اس لڑکے کی پیدائش کو روکنے اور اپنی حکومت بچانے کے لئے ہر ممکن اقدامات کرنا شروع کئے۔

1- بنی اسرائیل کے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ...... کی پابندی لگائی اور پہرے بٹھا دیئے۔

2- جو عورتیں حاملہ تھیں ان کے گھروں پر پہرے بٹھا دیئے کہ جس گھر میں بھی کوئی لڑکی پیدا ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر لڑکا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اس طرح بنی اسرائیل کے تقریباً 60 ہزار لڑکے قتل کر دیئے گئے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ط وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 49)

اللہ تعالیٰ نے اس بڑی مصیبت سے انہیں نجات عطا کی۔

2- موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل پر پہنچے تو فرعون اور اس کی فوج انہیں پکڑنے کے لئے پیچھا کر رہی تھی۔ آگے دریا پیچھے دشمن فوج۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا میں بارہ راستے بنا دیئے اور فرعون کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بچا لیا۔

3- صحرائے سینا میں پہنچے پیاس لگی تو موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے ہر قبیلے کے لئے پتھر سے چشمے جاری کئے۔ قرآن مجید کہتا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 60)

4- جب زیادہ گرمی محسوس ہوئی اور بادل کا سائبان کر دیا۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔

5- بھوک لگی تو آسمان سے من و سلویٰ اتارا۔ قرآن مجید

اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ط (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 57)

6- دوسری تمام قوموں پر فضیلت عطا کی۔ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 47)

ان تمام انعامات کے باوجود بنی اسرائیل اللہ کا شکرگزار بننے کی بجائے اپنی سرکشی میں حد سے بڑھ گئے جتنی ان پر انعامات اور نوازشات کی بارش ہوتی اتنا ہی سرکش بنتے گئے۔ اس آیت کریمہ میں انہیں ان انعامات کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ ان انعامات کو یاد کرے، رب کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

نعمت پر شکر ادا کرنا

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ.

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 152)

ترجمہ: میرا شکر ادا کرو اور کفران نعمت مت کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید. اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنی انعامات میں اضافہ کروں گا اور اگر میری نعمتوں پر کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اگر نعمت خداوندی پر شکر کریں تو اللہ اس نعمت میں اور اضافہ فرماتا ہے ورنہ اس نعمت سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اگر کفران نعمت میں حد سے بڑھ جائے تو عذاب الٰہی میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور منعم حقیقی کی نعمتوں کی قدردانی کرتے ہوئے اس کے شکرگزار رہیں تاکہ مزید انعامات کا حقدار ٹھہرے اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکے۔

کفرانِ نعمت کی سزا

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسری ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ رسالت و نبوت جیسے روحانی اور ایمانی نعمتوں سے مالا مال کیا سب سے زیادہ پیغمبر بنی اسرائیل میں سے آتے رہے جب وہ ان نعمتوں پر شکرگزار نہ ہوئے اور اپنی کفر، سرکشی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ نے انہیں ظاہری نعمتوں سے بھی محروم کر دیا نیز بنی اسرائیل سے نبوت کا سلسلہ ختم کر کے اس عظیم منصب اور نعمت کو بنی اسماعیل میں منتقل کر دیا چنانچہ ہمارے آخری پیغمبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسماعیل میں سے تشریف لائے۔

یہود کی اسلام دشمنی کی بنیادی وجہ

سابقہ تمام کتب سماوی میں بالخصوص توریت اور انجیل میں آخری پیغمبر کی آمد کی خوشخبری دی گئی تھیں، یہودیوں کا خیال تھا کہ یہ آخری پیغمبر بھی انہی میں سے آئے گا چنانچہ بہت سے یہودی اس پیغمبر کی آمد سے پہلے کی اس کی آمد کے انتظار میں مدینہ کے قرب وجوار میں آباد ہو گئے تھے کیونکہ اس آخری نبی کی آمد کی جائے قیام کا سابقہ کتب میں تفصیلی ذکر تھا۔ جب نبی آخرالزمان بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل سے تشریف لائے تو یہودی اس آخری نبی اور اس کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہو گئے اور محمد رسول کا انکار کر بیٹھے ان کا گمان اور خیال تھا کہ نبوت رسالت اور عزت و مرتبت کے ہم ہی حقدار ہیں جب ان کا یہ گمان خاک میں مل گیا تو وہ اسلام دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔ اس دن سے یہود اسلام دشمنی میں سب سے آگے۔ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔ لا

تتخذوا الیھود والنصری اولیاء ۔ یہود اور نصاریٰ کو کبھی دوست مت بنائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کبھی ہم سے راضی نہ ہوں گے جب تک اس کی ملت اور دین کی پیروی نہ کریں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 120) یہود و نصاریٰ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ملت کی اتباع نہ کریں۔

عالمین پر فضیلت

آیت میں یہ فرمایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کو تمام عالم پر فضیلت عطا کی یہاں ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا بنی اسرائیل اُمت محمدیہ پر بھی فضیلت رکھتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی فضیلت باقی قوموں کی اہمیت تو کلی ہے جبکہ امتِ محمدیہ کی نسبت سے جزی ہے۔ اُمت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کنتم خیر امة. تم بہترین امت ہو۔ فرما کر تمام سابقہ انبیاء کی امتوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ جس طرح ہمارے آخری پیغمبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ نے اپنے وقت کے تمام اقوام پر فضیلت عطا کی تھی۔

امت مرحومہ کی حالتِ زار

اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود امت محمدیہ آج بھی معاشی۔ معاشرتی اور مالی زبوں حالی کا شکار ہے۔ معاشی طور پر اکثر غیروں کا دستِ نگر ہوتی ہے۔ عراق۔ افغانستان۔ فلسطین۔ بوسنیا اور دیگر بہت سے ممالک میں مسلمانوں کی حالتِ زار کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم صحیح مسلمان بن کر قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بجائے مغربی تہذیب و تمدن اور تعلیمات کا دلدادہ ہو گئے ہیں۔ آج ہم پھر سے امت محمدیہ کہنے کے حقدار صرف اسی وقت ہوں گے جب ہم پھر سے قرآنی تعلیمات کو حرز جان بنائیں۔ اور ہماری بقا بھی اسی میں مضمر ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

قرآن کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

آسان نہیں ہے مٹانا نام و نشان ہمارا

☆☆☆

بقیہ قارئین کے خطوط

سب سے پہلے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے نوجوانوں، بزرگوں اور ملت کے دوستوں اور بہنوں کو سلام۔ میں نوائے صوفیہ کو چھوربٹ سیاچن کے پہاڑی علاقے میں بیٹھ کر بہت شوق سے پڑھتا ہوں اس کے پڑھنے کے بعد دل کو تسلی اور اطمینان ملتا ہے اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ علامہ صاحب سے گزارش ہے کہ سائل کے سوالوں کے جوابات دینے کے ساتھ وضاحت بھی فرمائیں۔ (محمد بشیر تبسم چھوربٹ سیاری)

☆☆☆

بندہ نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہے اور نوائے صوفیہ انٹرنیشنل میں میرا مضمون کو شائع کرنے پر بہت خوشی ہوئی۔ یہی واحد رسالہ ہے جو صحافت کے میدان میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جب نوربخشی دُنیا میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی تو نوائے صوفیہ ایک سورج کی مانند چمک دے کر اس تاریکی کو روشنی میں بدل دیا ہے۔ (محمد عبداللہ ناصح کریسی)

☆☆☆

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

و اما نوفل الشهور و الايام و الليالى فى تمام السنة فكثيرة اشهرها نافلة رمضان فى كل ليلة عشرون ركعة والجماعة فيها بدعة يا ليت كل بدعة كانت مثلها فان شئت تصلها منفردا و ان شئت بالموافقة مع المصلين و ان لم تنو الاجتماع لاباس به و على كل حال فعلها افضل من تركها لا نها شعار فى الاسلام و تعظيم لشهر الصيام و فيها حكمة للعوام فى هضم لطعام.

ترجمہ: پورے سال میں مہینوں، دنوں اور راتوں کی نفل نمازیں بہت ہیں۔ ان نفل نمازوں میں سب سے زیادہ مشہور نفل نماز نافلۂ رمضان ہے جو ہر رات بیس رکعتوں کی صورت میں پڑھی جاتی ہے۔ (کیا) اس کی اجتماعی ادائیگی بدعت ہے؟ اے کاش! ہر ایک بدعت (فضیلت میں) اس جیسی ہوتی۔ اگر تو چاہے تو اس کو اکیلے ہی پڑھا کرے اور اگر چاہے تو نماز گزاروں کی معیت میں ایک ساتھ پڑھا کرے اگرچہ اجتماعی ادائیگی کی نیت نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ بہرصورت اس کی بجاآوری اس کے ترک کرنے سے بہت بہتر ہے کیونکہ یہ اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے۔ روزے کے مہینے کی عین تعظیم ہے اور (معرکۂ نفس کے غازی بننے والے) عوام کے لئے (روحانی غذا کے ہاضمے کی خاطر) اس کی بجاآوری میں ایک بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔

وضاحت

مذکورہ عبادتوں میں اہلِ ایمان کی خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات کے سلسلے میں امورِ ذیل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

1- خصوصی نفل گزاری والی ماہانہ مصروفیات۔
2- خصوصی نفل گزاری والی یومیہ مصروفیات۔
3- خصوصی نفل گزاری ولی شبانہ مصروفیات۔
4- خصوصی نفل گزاری والی مشہور ترین مصروفیات۔
5- انداز ادائیگی کی عمومیت۔
6- بجاآوری کی تاکید۔
7- بے پناہ فضیلت
8- پوشیدہ حکمت کی توضیح۔
9- بزرگانِ دین کا اندازِ عمل۔
10- نام سے بیر کیوں؟

تفصیل وضاحت

1- خصوصی نفل گزاری والی ماہانہ مصروفیات

مصروفیات ماہانہ کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر ایک مہینے میں خصوصی نفل گزاری کی مصروفیات پائی جاتی ہیں جو یہ ہیں۔

1- ماہ محرم کی نفل گزاری والی مصروفیات تقریباً دو ہیں۔ دسویں محرم کو چھ رکعت نماز ہائے زیارت بعد از طلوع آفتاب اور بعد از ظہر قبل از عصر چار رکعت نماز ہائے زیارت حسین علیہ السلام۔ دوم پچیس محرم کو دو رکعت نماز زیارت امام زین العابدین علیہ السلام۔

2- ماہ صفر کی خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں اٹھائیس صفر کو نماز زیارت حضرت امام حسین مجتبیٰ علیہ السلام دو رکعت۔

3- ماہ ربیع الاول کی خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات 12 ربیع الاول کو نماز عرس رسول اللہ بارہ رکعت۔ ماہ ربیع الاول کی دو تاریخ اور بقولے آٹھ تاریخ کو نماز زیارت حضرت امام حسن عسکری اسلام دو رکعت اور پانچ تاریخ کو نماز زیارت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مذکور ہوئی ہے۔

4- ماہ ربیع الثانی میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں نماز زیارت وغیرہ مذکور نہیں۔

5- ماہ جمادی الاولیٰ میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں نماز زیارت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام یکم کو مذکور ہوئی۔

6- ماہ جمادی الثانیہ میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں تیرہ تاریخ کو نماز زیارت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام مذکور ہے دوسرے قول کی بناء پر اور تیس تاریخ کو نماز زیارت حضرت امام علی نقی علیہ السلام مذکور ہوئی ہے۔

ماہ رجب میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں سب سے پہلی شب جمعہ کو نماز لیلۃ رغائب بارہ رکعت۔ بقولے نماز زیارت حضرت امام علی نقی علیہ السلام دو رکعت تین رجب کو + سترہ رجب کو نماز زیارت حضرت امام علی رضا علیہ السلام دو رکعت۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نماز زیارت اور بقولے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نماز زیارت بھی ماہ رجب میں مذکور ہوئی۔

8- ماہ شعبان میں خصوصی نفل گزاری والی مصرفیات میں پندرہویں کی شب چار رکعت نماز لیلۃ البراءت اور شب بیداری کی صورت میں سو رکعت نماز لیلۃ البراءت مذکور ہوئی ہیں۔

9- ماہ رمضان میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں ہر شب بیس رکعت نماز نافلہ رمضان (تراویح کے نام سے پندرہ رمضان کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نماز زیارت چار رکعت۔ اکیس رمضان کو نماز زیارت امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام چار رکعت ستائیسویں شب کو نماز قدر چار رکعت اور شب بیداری کی صورت میں سو رکعت۔

10- ماہ شوال میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں پندرہ اور پچیس کو نماز زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مذکور ہوئی ہے تاہم ہمارا عمل پندرہ رمضان کو اختیار کرنے پر ہے۔

11- ماہ ذیقعد میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں تیرہ تاریخ کو بھی نماز زیارت حضرت امام علی رضا علیہ السلام مذکورہ ہوئی ہے ایک قول کی بنا پر۔ ایک اور قول کی بناء پر تیس ذیقعد کو بھی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نماز زیارت مذکور ہوئی ہے۔

12- ماہ ذی الحجہ میں خصوصی نفل گزاری والی مصروفیات میں ایک اور قول کی بناء پر سات اور سولہ تاریخ کو بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی نماز زیارت مذکور ہوئی ہے۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو نماز عید غدیر دو رکعت۔ نماز ہائے زیارت کی تاریخ ہائے مذکورہ میں اختلاف آراء کا وجدان ہے۔

باقی صفحہ ۳۸ پر

2- خصوصی نفل گزاری والی یومیہ مصروفیات

مصروفیات یومیہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان طلوع آفتاب کے بعد چار رکعت نماز اشراق، دو رکعت نماز شکر النھار اور چاشت کے وقت دو رکعت نماز ضحوہ پڑھا کرتے ہیں یہ خصوصی نفل گزاری کی مصرفیات میں سے ہیں۔

3- خصوصی نفل گزاری والی شبانہ مصروفیات

مصروفیات شبانہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان سنت مغرب کے بعد نماز اوّابین چھ رکعت سے نماز ہدیہ رسولؐ اللہ دو رکعت، نماز ہدیہ ائمہ ہداۃ دو رکعت، نماز غفلہ دو رکعت اور نماز رضوان دو رکعت پڑھا کرتے ہیں۔ یہ خصوصی نفل گزاری والی شبانہ مصروفیات میں سے ہیں نیز نماز قیام لیل، نماز تہجد، نماز تحیۂ تہجد اور نماز وتر۔ واضح رہے کہ نماز وتر اور نماز تہجد سنن راتبہ میں شامل ہیں۔

4- خصوصی نفل گزاری والی مشہور ترین مصروفیات

مذکورہ مشہور ترین مصروفیات کا مطلب ماہ رمضان کی ہر شب پڑھی جانے والی نافلۂ رمضان ہے جو تراویح کے نام سے اہل ایمان بجالاتے رہتے ہیں۔ نوافل میں سب سے زیدہ شہرت کی حامل نفل نماز یہی ہے۔

5- انداز ادائیگی کی عمومیت

اس انداز ادائیگی کی عومیت کا مطلب یہ ہے کہ نماز تراویح نامی نافلۂ رمضان کی بجاآوری کسی ایک طریقے پر محدود نہیں رکھی گئی ہے بلکہ نفل گزار کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس نافلۂ رمضان کو انفرادی طور پر بھی نفس موافقت کی شکل میں بھی اور اجتماعی ادائیگی کی صورت میں بھی بجالاسکتا ہے تاہم عوام الناس کے حق میں اس کی اجتماعی ادائیگی زیادہ بہتر قرار پاتی ہے۔

6- بجاآوری کی تاکید

اس بجاآوری کی تاکید کا مطلب یہ ہے کہ نفل گزار مذکورہ ادائیگی کی عمومیت کے تحت ہر حال میں اس بجاآوری کو ترجیح دے اور رنگین حیلہ سازیوں کے دھوکے میں آکر اس کو ترک نہ کرے بلکہ رنگین حیلہ سازیوں کو رفو چکر ہونے دے۔

7- بے پناہ فضیلت

اس بے پناہ فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ نافلۂ رمضان یعنی نماز تراویح نہایت فضیلت کی حامل اور باعثِ ثواب عظیم ہے کیونکہ یہ اسلام کا ایک بڑا امتیازی نشان قرار پاتی ہے۔ ماہ صیام کی عین تعظیم قرار دی گئی ہے اور زیر مجاہدہ عوام کے لئے روحانی غذا کی بدہضمی سے بچاؤ کا یہ موثر ترین ذریعہ ہے۔

8- پوشیدہ حکمت کی توضیح

اس پوشیدہ حکمت کی توضیح کا مطلب یہ ہے کہ زیر مجاہدہ افراد کو دوران ریاضت جو کڑوی معنوی غذا دی جاتی ہے اس کا ہضم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر کڑوی معنوی غذا تناول فرمانے کی صورت میں زیر ریاضت مجاہد بدہضمی کا شکار ہو جائے تو ریاضت میں اس کی کامیابی مشکوک ٹھہرتی ہے۔ نماز تراویح کی درست بجاآوری کے نتیجے میں روحانی غذا جلد ہضم ہو جاتی ہے ہاں اگر مادی غذا بھی ہضم ہونے میں اس سے مدد مل سکے تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ نور علیٰ نور کی صورت ہوگی۔

9- بزرگانِ دین کا اندازِ عمل

بزرگان دین کا انداز عمل کا مطلب یہ ہے کہ سلسلہ

باقی صفحہ ۳۸

(گزشتہ سے پیوستہ)

اعتکاف کے فضائل احادیث کی روشنی میں

مولانا شکور علی انور

اعتکاف کا عمل اگرچہ روحانی، اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی اچھی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ قران وسنت کی روشنی میں اس کے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔ بعض کو اشاروں میں مندرج کر دیے ہیں لیکن منجملہ جو اجر وثواب کا بیاں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دستیاب ہوتے ہیں ان میں سے بعض موزوں روایات کو درج کر رہے ہیں۔

احادیث میں روایت ہے کہ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ الْخَلاء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلوت نشینی بہت پسند تھی۔ عام طور پر علماء کرام نے اس خلوت کو اعتکاف سے تعبیر کیا ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اکیسویں رات گزار کر صبح کو اعتکاف ختم فرماتے تھے۔

پھر فرمایا جو میرے ہمراہ اعتکاف کرنا چاہے تو وہ آخری عشرہ میں بیٹھا کرے کیونکہ اول مجھے یہ راتیں شب قدر دکھلائی گئی تھی لیکن مجھ سے اٹھادی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں خیال رہے ان کا اعتکاف گھر کی چاردیواری کے اندر ہوا کرتا تھا۔ آج بھی اعتکاف کی فضیلتوں کو پانے کی خاطر عورتیں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ تاہم اس راہ میں ان کو بڑی محنت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مگر سنت مؤکدہ سے فیضیاب ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

اعتکاف کا دراصل افضل الاعمال میں شمار ہوتا ہے۔ یہ اپنی ظاہری ومعنوی تمام تر فضیلتوں پر محیط ہوتا ہے اور برکات عظیم اور وسیع ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مسجد کے مخصوص اولیاء ہوتے ہیں ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہیں جائیں تو وہ ان کو تلاش کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بیمار پڑ جاتے ہیں تو وہ ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر یہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداءؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد متقی اور پرہیزگار بندوں کا گھر ہے۔ جو مسجد میں مقیم ہو اللہ تعالیٰ رحمت و روحانیت کے ساتھ اس کے کفیل ہو جاتے ہیں۔ نیز پل صراط سے گزرتے ہوئے رضوان اللہ اور جنت میں داخل کرنے کے ضامن ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تنہائی میں بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ذکر وفکر اور مراقبہ کیا کرتے

تھے۔ کئی کئی روز دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مصروف ہوتے تھے۔ سجدہ ریز رہتے تھے اور انسانیت کی تعلیم کے لئے ہدایت و مغفرت کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ رمضان شریف کے تین عشرے ہوتے ہیں لیکن ان میں سے پہلا رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ کے عذاب سے نجات کا ہے اور تیسرے عشرے میں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ جس میں شب قدر کی راتیں ہیں جو کہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (اس کی برکات حاصل کی جاتی ہیں) اعتکاف کے اجر و ثواب کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اعتکاف کرے گا۔ اس کو ایک حج اور دو عمروں کا ثواب کے برابر کے عمل کا ثواب ملتا ہے۔

یعنی اس کا یہ عمل دراصل حج حقیقی ہے حج کے دوران حاجی کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں دیگر اعتکاف گزار کعبہ حقیقی کے گرد طواف گزار ہوتا ہے۔ اور حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز نے اسے حج معنوی سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے اعتکاف کی بڑی اہمیت ہے جسے اولین فرصت میں سمجھنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اسے اپنا کر دین و دنیا میں سُرخ روئی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اعتکاف گزار پر باری تعالیٰ کی خصوصی نظر اور رحمت آفشانی ہوتی ہے۔ اور بندوں کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے اور مُرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔

دوسری بات ہے کہ اعتکاف روزہ کے بغیر ہوتا نہیں اور جب اعتکاف نذری ہو تو اس کا روزہ بھی فرض بن جاتا ہے اور اعتکاف مسجد میں کیا جاتا ہے۔ مسجد میں طہارت کے بغیر نہیں ہوتا اور جہاں بھی اعتکاف ہو گا وہ گویا ایک مسجد ہے اس مسجد میں جمعہ و جماعت ہوتی ہے وہی مسجد کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اعتکاف بذات خود طہارت و پاکیزگی توبہ و تائب ہونے اور اخلاص و سچائی کے گہرائی کو مطلوب ہے۔ عزم اور ارادوں کا پختہ ہونا اور بھی لازمی چیز مانی گئی ہے۔ اس راہ میں ہر نیک صالح مومن اور مومنہ کو نیک جذبات کے مظاہرے کرنے کا حکم ہے اہل عرفان و توفیق اس کی فضیلت و منفعت سے پورے پورے واقف ہیں اور اس مستحب اور محبوب عمل کو حاصل کرنے میں بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ یہ اہل ریاضت کا اچھا مشغلہ ہے۔ بہر حال اس اعتکاف کے بارے میں بندہ نے ایک الگ کتاب کا مسودہ سراج العاکفین تحریر کیا ہے اسے انشاء اللہ چھپوانے کے بعد قارئین کے استفادے کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اس میں مکمل فضائل و مسائل اور گرانقدر معلومات کو جمع کر دیا ہے نیز اعتکاف کے موضوع کو تفصیل کے ساتھ اس میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کا ضرور مطالعہ کیجئے گا۔

☆☆☆

جب حُر کا لشکر امام کی مزاحمت کے لئے آچکا تھا، آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا ''صورتِ حال جو پیش آئی ہے، وہ تم دیکھ رہے ہو اور یقیناً دُنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اس کی نیکی رُخصت ہو چکی ہے اور اس میں کچھ رہ نہیں گیا ہے سوائے تھوڑے حصے کے جو پانی بہنے کے بعد برتن میں بچ رہتا ہے اور ایک پستہ زندگی مثل زہریلی گھاس کے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاتی، اس صورت میں مومن یقیناً خدا کی ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے۔ میرے نزدیک تو موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت ہے اور زندہ رہنا ان ظالموں کے ساتھ وبالِ جان ہے۔'' (طبری جلد 4، صفحہ 230)

مکے کو آپ نے جن حالات میں چھوڑا، حج کو عمرے سے بدلنا پڑا، اس کا حضرت کو بڑا صدمہ تھا۔

جاری ہے

سانحہ کربلا کے مختلف پہلو اور حضرت امام حسینؑ

جی۔ایچ۔معروفی

نوٹ: اردو سوفٹ ویئر میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص نشان "ﷺ" دیا گیا ہے۔ لہٰذا قارئین اس سے بدگمان نہ ہوں۔ (شکریہ)

نواسۂ رسولؐ، جگر گوشۂ بتولؑ

حضرت امام حسینؑ، آپ نے کربلا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کی بقاء اور دین کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا بے مثال درس دیا۔

آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل کربلا کے تپتے صحرا میں 72 خدا پرست اور حق شعار، رسول اکرم ﷺ ختمی مرتبت، حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نواسے حضرت امام حسینؑ کی سربراہی میں خدا کے دین کے لئے جام شہادت نوش فرما کر تاریخ عالم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔ ان زندۂ جاوید شخصیتوں نے اپنے مقدس خون سے حق و باطل کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حدِ فاصل کھینچ دی۔ تاریخ کائنات پر اسلام کی اہمیت کو واضح کر دیا اور دائمی و ادبی کسوٹی فراہم کر گئے کہ "اسلام پر ہر شے کو قربان کیا جاسکتا ہے لیکن اسلام کو کسی شے پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔"

حضرت امام حسینؑ کی یہ قربانی کسی ذاتی مفاد، اقتدار کے استحقاق اور طمع و دولت کے لئے نہ تھی، بلکہ دین کے تحفظ، الٰہی نظام کو بندگانِ خدا تک پہنچانے، شریعت محمدیؐ کے نفاذ، قرآن کی بالادستی، ظالم کو ظلم سے باز رکھنے اور مظلوم کو اس کے حق کی فراہمی کے لئے تھی۔ تاریخِ عالم میں حسینؑ وہ فردِ فرید ہیں، جنہوں نے ایک عالمگیر نظریۂ حیات کو اپنے حسنِ عمل سے تخلیق کیا۔ سیدنا حسینؑ نے آغوشِ رسالت مآبؐ میں آنکھ کھولی۔ ان کا خاندان دینِ ابراہیمی کا محافظ اور نبیوں کا خاندان تھا، جسے ختم نبوت جیسے اعزاز سے نوازا گیا تھا۔ ان کے جد ہاشم کی سخاوت کے قصے عرب میں جابجا سنائے جاتے تھے۔ ان کے پردادا حضرت عبدالمطلب کے توکل اور ذات خدا پر کامل یقین اور ابرہہ کے لشکر کی تاراجی سے کون واقف نہیں۔ ان کے دادا حضرت ابوطالب نے رسول اکرم ﷺ کی کفالت فرمائی، ان کے نانا رسول خداؐ نے عرب کے جاہل بدوؤں کو جینا سکھایا اور ان سے بت پرستی ختم کر کے حقیقی معبود کا اطاعت گزار و فرماں بردار بنایا۔ ان کے والد ماجد شیر خدا حضرت علیؑ نے اسلام کے مخالفین کو اپنی تلوار سے تہ تیغ کیا اور لشکرِ اسلام کو فتح و کامرانی سے دوچار کیا اور انہوں نے بار بار اپنے پدر گرامی سے یہ سنا کہ تمہارے باپ کو اس کی پروا نہیں کہ موت مجھ پر آپڑے یا میں خود موت پر جا پڑوں۔ میں موت سے اس طرح مانوس ہوں، جس طرح بچہ آغوشِ مادر سے۔ لہٰذا حسینؑ جو ایسے بہادر باپ کے بیٹے تھے اور رحمۃ للعالمینؐ کے نواسے، شجاعت و رحمت کے سائے میں پروان چڑھنے والا حسینؑ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ "ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔"

حضرت امام حسینؓ نے فرمایا "میں تمام لوگوں کی مانند نہیں ہوں کہ میرا قیام اور میرا انقلاب اس مقصد سے ہو کہ میں اپنے لئے کوئی فائدہ حاصل کر سکوں یا مال و دولت جمع کرلوں یا سلطنت قائم کرلوں۔ دُنیا کے لوگوں کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے۔"

آپ نے مدینے سے کربلا تک بار بار اپنے مقاصد اور اہداف کو بیان کیا، تاکہ لوگ ان کے نظریات اور موقف سے کماحقہٗ آگاہ ہو جائیں اور غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ آپ نے مدینے سے روانگی کے وقت اپنے بھائی "محمد حنیفہ" کے نام ایک وصیت نامہ چھوڑا، جس میں اپنے نظریات کو راست انداز میں اس طرح واضح کیا۔ "میں سرکشی اور جنگ و جدل کے ارادے سے نہیں نکلا ہوں، نہ ہی میرا مقصد فساد پھیلانا ہے، نہ کسی پر ظلم کرنا ہے، میں تو اپنے نانا کی اُمت کی اصلاح کے لئے نکلا ہوں۔ میرا مقصد فقط امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اپنے اب و جدّ کی پیروی کرتا ہے۔" یہاں آپ نے اپنے نظریے میں اپنے خاندان والوں کی اہمیت ایک بار پھر واضح کر دی کیونکہ ان ہی بلند مرتبہ روایات میں امام حسینؓ کو اپنی علیٰحدہ شناخت کا چراغ روشن کرنا تھا۔ آپ کا نظریۂ حیات روشن ہونے اور روشنی بخشنے کا نظریہ ہے۔ کربلا کے بے آب و گیاہ صحرا میں دی جانے والی یہ قربانی صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہی ہے اور دُنیا اس واقعے سے درس لے رہی ہے۔ اگر تمام انقلابات کا مطالعہ کیا جائے تو دنیا کے بیشتر انقلابات وقت کی گرد میں کھو کر نذر طاق نسیاں ہو چکے ہیں۔ لیکن کربلا کا انقلاب آج بھی تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہے۔ اسی طرح دُنیا کی بیشتر تہذیبیں دم توڑ چکی ہیں۔ وہ تاریخ کا حصہ بن کر درسِ عبرت کے لئے مطالعہ کرنے والوں کو متوجہ کرتی ہیں، لیکن کربلا جو ایک مکمل تہذیب اور مکمل درس گاہ ہے اس سے دُنیا کے باشعور و باضمیر و حساس اہل فکر و نظر استفادہ کر رہے ہیں اور جب تک انسانی عظمتوں کا سورج جگمگاتا رہے گا، کربلا کی تہذیب ضَو دیتی رہے گی۔

شہادت امام حسینؓ

آج تک کسی شہادت کو اس قدر شہرت و قبول عام اور ہمہ گیر تذکرہ نصیب نہیں ہو سکا، جتنا شہادت امام حسین کو ہوا ہے۔ تقریباً چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود بھی شہادت امام حسین کا ذکر زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی شہرت اور تذکروں میں آج تک کمی نہیں ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت آفاقی اور عالمگیر ہے، زمان و مکاں کی حدود سے ماوراء ہے، اس لئے یہ آپ کے مبارک تذکرہ کا ہی امتیازی شرف ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہے اور کبھی مٹنے نہ پائے اور یہی رنگ ہمیں شہادتِ حسینؓ کے ذکر میں نظر آتا ہے۔

درحقیقت شہادتِ امام حسینؓ کا دائمی تذکرہ اور شہرت اسی وجہ سے ہے کہ یہ شہادت دراصل سیرت النبیؐ کی کتاب کا ایک باب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سوانح کے مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ ہے، جو آقاؐ کی مبارک زندگی میں رقم نہ ہو سکا اور باری تعالیٰ نے سیرت النبیؐ کے اس گوشے کے ظہور تام کے لئے آپ کے نواسے سیدنا امام حسین کو منتخب کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ شرف و قبولیت کا جو رنگ ہمیں سیرت النبیؐ میں نظر آتا ہے اسی رنگ کی جھلک آقائے دو جہاں کی سیرت کے طفیل شہادت امام حسینؓ میں بھی ہے۔

شہادت کی روح خدا کے راستے میں جان قربان کرنے

کی آرزو ہے۔ یہ آرزو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں بڑی شدت کے ساتھ موجود تھی۔ چنانچہ احادیث میں کثرت کے ساتھ آتا ہے کہ حضورؐ خدا کے راستے میں جان قربان کرنے کی خواہش کیا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں آپ کی یہ حدیث درج ہے کہ ''اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔'' (صحیح البخاری جلد اول کتاب الجہاد، باب تمنی الشہادۃ)

گویا حضور اکرم ﷺ کو خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کی بڑی شدید خواہش تھی اور آپ چاہتے تھے کہ خدا کی ذات اگر مجھے کروڑوں جانیں بھی عطا فرمائے، تو میں ہر زندگی اس پر قربان کر دوں۔ شہادت کی اصل روح اور حقیقی جوہر خدا کے راستے میں جان قربان کرنے کی شدید آرزو ہے۔ جب شہید ہونے کی آرزو حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی گئی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ عمل شہادت کی روح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود تھی۔

حسنین کریمین نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ یہ مشابہت نہ صرف ظاہری اعتبار سے تھی، بلکہ باطنی اعتبار سے بھی تھی۔ ظاہری مشابہت کا پتہ ہمیں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ سے مروی اس حدیث سے چلتا ہے، آپ فرماتے ہیں۔ ''حسنؑ سینے سے لے کر سر تک رسول اللہ ﷺ کے ہمشابہ اور حسینؑ سینے سے لے کر پاؤں تک حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔'' حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حسنؑ و حسینؑ کو محبوب رکھا، اُس نے (درحقیقت) مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بُغض رکھا، اس نے (درحقیقت) مجھ سے بُغض رکھا۔'' حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں ہی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ باطنی مشابہت کے آئینہ دار تھے۔ اس امر کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا: ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔'' ''حسین...... '' سے حضور ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ حسینؑ جو کچھ بھی ہیں، ان میں جو بھی ظاہری و باطنی حُسن و جمال اور خوبیاں ہیں، وہ ساری کی ساری مجھ سے ہیں اور ''انا من حسین'' سے آپ ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرے فضائل اور کمالات کا ایک ظہور ان سے ہو گا۔ سیدنا حسنؑ اور امام حسینؑ شجر مصطفوی ﷺ کے پھل ہیں۔ شہادت امام حسینؑ دراصل حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ایک باب ہے۔

سانحہ کربلا حق و باطل کا تاریخ ساز معرکہ

واقعہ کربلا ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ اس لئے واقعہ کربلا کے تاریخی ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، نہ اس امر سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ اسلام کے ایک اہم موڑ پر حضرت امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ مدینے سے ہجرت کرنا بہتر ہے اور آپؑ نے اس شان سے ہجرت فرمائی کہ آپؑ کے ساتھ عزیز و اقارب، چند بیبیاں او بچے اور اطاعت گزاروں اور چند اصحاب رسول ﷺ کو لے کر مدینے سے چل دیئے۔ حضرت امام حسینؑ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے، یہاں تک کہ جاں نثاران حسینؑ نے ایک ایک کر کے شہادت حاصل کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں قربانی کا مفہوم واقعۂ کربلا ہی سے متعین ہوتا ہے، کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے جو کچھ کیا، وہ اسلام کو بچانے کے لئے کیا۔ کربلا میں حقیقی فتح

امام حسینؑ کی ہوئی، جن کا نصب العین آج بھی انتہائی روشن اور تابناک ہے، جتنا کہ اس وقت تھا اور امتِ محمدیہ کے علاوہ بھی دوسری امتیں اس لاثانی قربانی سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ کربلا میں اگر جوانوں، بوڑھوں اور بچوں نے تلوار کے ذریعے جہاد کیا، تو اہل بیتِ رسول کی مقدس خواتین نے اہل کوفہ و شام تک اپنی آواز پہنچائی، کیوں کہ حضرت زینب کبریٰؓ کے خطبات جو انہوں نے کوفہ وشام کے بازاروں اور حاکم کوفہ اور حاکم شام کے دربار میں دیئے، اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت ہے، ان مقامات پر آپؓ نے واقعہ کربلا کے واقعات اور کارناموں سے آگاہی بخشی۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ واقعہ کربلا کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی لوگوں کو یہ عظیم قربان یاد ہی نہ رہتیں۔

واقعہ کربلا میں یہ ایک خصوصیت تھی کہ وہاں طاقت کے مقابلے میں بے کسی اور بے بسی کے ساتھ وہ سپردگی نہ تھی، جو ظالم کی ہمت افزائی کا باعث ہو سکتی ہے، بلکہ وہاں حفاظت خوداختیاری کے اس فطری آئین پر پوری طرح عمل کیا گیا جو اسلام کا بنیادی قانون ہے۔ واقعۂ کربلا کی ایک یہ خصوصیت ہے کہ کربلا کا واقعہ ایک درد آمیز حادثہ ہی نہیں، بلکہ فرض شناسی اور اخلاقی تعلیمات کا وہ گراں بہا نمونہ ہے جو اگر کسی بڑے اطمینان وسکون کے وقت ہوتے، تب بھی قابلِ قدر ہوتے، چہ جائیکہ وہ ایسے پُراضطراب عالم اور ماحول میں تھے، جب کہ عام انسانوں کے ہوش وحواس بجا نہیں رہ سکتے۔

واقعہ کربلا کے بعد تاریخ اسلام میں آج تک جو کچھ پیش آیا، اس میں سانحۂ کربلا کی جزوی مشابہت موجود رہی ہے، یعنی حق و باطل کے درمیان تصادم شروع ہی سے ہوتا چلا آرہا ہے، ایسے مواقع پر اسلام کے سچے سپاہیوں نے حضرت امام حسینؑ سے ہی جرات و ہمت کا سبق سیکھا۔ اگر کربلا کا سانحہ رونما نہ ہوتا اور حضرت امام حسینؑ کا کردار پیش نظر نہ ہوتا تو اس امت کی تاریخ بالکل مختلف ہوتی۔ مسلمان فسق وفجور کے سامنے جھک جانے اور باطل کی بیعت اور شر کے ساتھ مصالحت کر لینے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اس طرح امام حسین نے مظلوم انسانیت کو حسن عمل کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا، جس پر ہم رہتی دُنیا تک فخر کر سکتے ہیں اور اس حد تک ہم اسلام کی خدمت اور اپنی حق شناسی کا ثبوت بہم پہنچا سکیں گے۔ واقعۂ کربلا کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم میں ہمدردی اور خوف کے احساسات بیدار ہو جائیں۔

کربلا کے میدان میں باطل کا مقابلہ کر کے حق کی خاطر جان دینا، ایک ایسا روشن نمونہ پیش کرنے کے مترادف تھا، جس پر مستقبل کی بنیاد رکھی گئی، ورنہ کہنے والے یہ کہتے کہ ہمارے سامنے کفر و باطل سے مصالحت کرنے کا کوئی نمونہ موجود نہیں، پھر ہم کیونکر کفر کے خلاف آواز اٹھائیں اور باطل کے مقابل صف آرا ہوں۔ اس طرح واقعۂ کربلا اسلام کا بہترین موڑ قرار پاتا ہے۔

اسلام میں قربانی کا مفہوم واقعہ کربلا سے متعین ہوا۔ اس کی دلیل حضرت امام حسینؑ کا یہ قول ہے کہ ''عزت کی زندگی، ذلت کی زندگی سے بہتر ہے'' اس سے بڑا اخلاقی درس شاید کسی نے دیا ہو۔ اس قول میں انسانیت کی عظمت کا راز مضمر ہے۔ اگر ہم اس قول کا تجزیہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ عزت کی موت دراصل زندگی ہے اور ذلت کی زندگی حقیقتاً موت ہے۔

امام حسینؑ کی شخصیت اور ان کے کردار کو پرکھنے کے جہاں بہت سے طریقے موجود ہیں، وہاں ایک یہ بھی ہے کہ اس مقولے کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ

انسان کی عظمت اس طرح روشن ہوتی ہے کہ ہم اعلیٰ اقدار کی خاطر جییں اور اعلیٰ اقدار کی خاطر مریں۔ مومن کی یہی شان اور اس کا یہی کردار ہے۔

خطباتِ امام حسینؑ فصاحت و بلاغت اور جرأت کا مظہر

عرب فنِ خطابت میں عام طور پر شہرت رکھتے تھے۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام نے فنِ خطابت کو ذاتی تفاخر و نفرت بیانی، آتش فشانی کے بجائے معاشرتی سدھار، اسلامی تحریک کے فروغ اور مجاہدانہ جوش وخروش کے لئے استعمال کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی خطابت میں معجزنمائی، قرآن مجید کے اسلوب و معانی کی عکاسی کا نتیجہ تھی۔ آپ ﷺ خود فرماتے ''انا افصح العرب'' میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں۔ رسول خدا ﷺ کی فصاحت و بلاغت، قوتِ تقریر و اعجاز، خطابت کی میراث حضرت علیؑ کو ملی۔ گلستانِ خطابت میں آپ نے اتنے گل بُوٹے کھلائے، صدیوں میں جس کی مثال نہیں۔ دُنیائے خطابت میں روم و یونان کو نمایاں مقام حاصل تھا، مگر ان کے کشکول میں وہ لعل و گوہر کہاں جن سے حضرت علیؑ نے فنِ خطابت کو مالا مال کیا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کے بعد امام حسینؑ نے خطابت کے چراغ منور کئے اور ذخیرۂ خطابت میں بے مثال خطبات کا اضافہ فرمایا۔ اُستاد عباس محمود اعمی کی کتاب ''ابوالشہداء'' میں لکھتے ہیں ''امام حسینؑ کو تقریر کا ملکہ حاصل تھا۔ زبان میں گویائی، بیان میں حسن اور آواز میں ترنم اور اشارے میں حسن تھا۔ آپ کی خطابت کا حسن قرآن مجید، رسول خدا ﷺ کے خطبوں اور امیر المومنین کی تقریروں سے ماخوذ تھا۔ اس کے علاوہ وہ ملکہ ربانی بھی کارفرما تھا، جسے قدرت نے عطیۂ خاص کی صورت میں آپ کو عطا فرمایا تھا۔

واقعاتِ کربلا میں آپ کے خطبات جہاں ایک طرف آپ کے قیام کی وجوہات اور اپ کے صبر و ایقان کو بیان کرتے ہیں، وہیں یہ ادب کا بے بہا سرمایہ بھی ہیں۔ آپ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے، جو ظالم ہو، جو حرام کو حلال سمجھتا ہو، جو عہدِ خدا توڑتا ہو، جو سنتِ رسول ﷺ کے خلاف کرتا ہو، جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو اور پھر فعلاً یا قولاً اس پر یہ شخص اعتراض نہ کرے، تو خدا اس کو بھی اسی کے اعمال میں شریک کرے گا۔ سنو ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے، خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ فساد کو ظاہر، حدود شرع کو معطل، غنیمت کو غصب، حرامِ خدا کو حلال، حلالِ خدا کو حرام کر رکھا ہے۔ (طبری، جلد 4، صفحہ 229)

عزمِ سفر کربلا کے وقت اپنے اصحاب کو جمع فرمایا اور ایک زبردست خطبہ دیا، جو آئندہ آنے والے واقعات پر سبق تھا، اس میں خصوصیت کے ساتھ اور زور دے کر آپ نے فرمایا: ''جو شخص راہ خدا میں جان قربان کرنا چاہے، موت کا مشتاق اور لقائے الٰہی کا شائق ہو وہ میرے ساتھ چلے، میں انشاء اللہ صبح یہاں سے کوچ کروں گا۔'' (ذکر العباس)

منزلِ زبالہ پر جب مسلم ابن عقیل اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر ملی، تب آپ نے ایک خطبہ دیا، جس میں واضح طور سے فرمایا: ''لوگو تم میں سے جو تلواریں کھا سکتا اور تیروں کی دعوت برداشت کر سکتا ہو، وہ تو میرے ہمراہ رہے، ورنہ واپس لوٹ جائے۔''

یہ امام حسینؑ کی حقانیت کا ایک بے مثال مظاہرہ تھا۔

باقی صفحہ 11 پر

فلسفۂ شہادت حضرت امام حسینؑ

شمشیر علی سرسوی، اسلام آباد

قومیں پیدا ہوتی ہیں، مٹ جاتی ہیں، بستیاں آباد ہوتی ہیں، اُجڑ جاتی ہیں، تہذیبیں نکھرتی ہیں، دھندلا جاتی ہیں۔ شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں، مر جاتی ہیں۔ داستانیں مرتب ہوتی ہیں، محو ہو جاتی ہیں۔ یہ عمل ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور مسلسل جاری رہے گا لیکن ایک داستانِ الم ہے جو تاریخ کے صفحات میں آج بھی اُسی طرح روشن اور تابندہ ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے تھے رفتہ زمانہ کی گردش اور انقلاب روزگار کی ہزاروں گردشیں اِس داستان الم کو نہ مٹا سکیں اور نہ ہی رہتی دُنیا تک مٹا سکیں گی اس داستانِ عظیمہ کو لکھنے والی مقدس ہستی نے اپنے خونِ جگر سے لکھا اور دشتِ کربلا کے دھکتے ہوئے ذروں نے اس تحریر کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا تاریخ عالم کے صفحات اس داستانِ عظیمہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اگر کسی میں حوصلہ ہے تو اس آفتاب کے سامنے اپنا دیا جلا کر تو دکھائے۔ خاتونِ جنت فاطمہ زہرہؓ کے لختِ جگر نے اپنے ناناﷺ کے مقدس دین کے احیاء کے لئے قربانی کا جو بے نظیر معیار قائم کیا کوئی اس کی مثال تو ڈھونڈ کے لائے متقبل جادہ حق وصداقت نے کمال صبر واستقامت سے ان آزمائشوں کو طے کیا جو اللہ رب العزت نے اپنے ابدی پیغام میں متعین کیں اور بیان فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا وہ حالت خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان جان و مال ہلاکتِ اولاد و اقارب میں مبتلا کر کے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔''

نواسہ رسولﷺ کے بچپن کے متعلق عرض ہے کہ حضور نبی کریمﷺ کو آپ کی ولادت باسعادت کی خبر سنتے ہی آپﷺ کاشانہ علی تشریف لے گئے اور تو مولود کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور آپﷺ نے امام حسینؑ کے کانوں میں اذان دی اور پہلی غذا کے طور پر بچے کو اپنا لعاب دہن مرحمت فرمایا۔ حضرت امام حسینؑ کی رفتار دیکھ کر اکثر صحابہ رسولﷺ حیران رہ جاتے تھے نبی کریمﷺ کے قدم مبارک معلوم ہوتے تھے ایک بار کسی نے پوچھا یا رسول اللہﷺ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے فرمایا ''حسینؑ'' ایک دفعہ رسول اللہ حضرت فاطمہ زہرہؓ کے گھر کے قریب سے گزر رہے تھے تو آپﷺ کو امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی اور آپﷺ فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے تو امام حسینؑ رو رہے تھے گود میں اٹھایا اور لختِ جگر فاطمہ الزہرہؓ سے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے کتنی تکلیف پہنچتی ہے۔ آپﷺ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھاتے، اپنی آغوش میں کھلاتے اور اپنی سواری پر سوار کرتے تھے۔ حضورﷺ نے اپنے لاڈلے نواسوں کے لئے دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ حضور

اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ پھر دُعا کی اے خدا تو اس کو دوست رکھ جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کو دونوں کندھوں پر بیٹھا کر مدینے کی گلیوں میں گھمار ہے تھے تو ایک آدمی نے عرض کی اے نواسۂ رسول ﷺ آپ دونوں کی سواری کتنی اچھی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوار کو تو دیکھو، سوار کیسا ہے۔ آپ آتے ہیں آپ کی شہادت کی طرف کربلا کے میدان میں آپ اور آپ کے اہل حرم اور معصوم بچے پیاس کی شدت سے تڑپ رہے تھے مگر آپ کی نظر میں یزید کی بیعت اب بھی اسی طرح غیر ممکن تھی جس طرح پہلے تھی یہاں تک نویں محرم کی صبح نمودار ہوئی اور صلح و بیعت کے تمام احکامات اُس وقت ختم ہوئے جب شمر اس حکم کے ساتھ وارد کربلا ہوا کہ حسینؑ اگر غیر مشروط طور پر یزید کی اطاعت قبول نہیں کرتے تو ان سے جنگ کرو یہ حکم نامہ ابن زیاد کی طرف سے عمر ابن سعد کے نام تھا جس کے پہنچنے پر تیسرے پہر یزیدی افواج نے خیام حسینیؑ کی طرف پیش قدمی کی اور اصحاب حسینؑ پر حملہ کیا کسی جوابی اقدام سے پیشتر آپؑ نے چاہا کہ ایک رات کی مہلت مل جائے تا کہ یہ آخری رات عبادت الٰہی میں بسر ہو سکے۔ اس کے علاوہ اپنے اصحاب و انصار کو جنگ کا قطعی فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنے طرز عمل پر غور کرنے کا ایک موقع اور فراہم ہو جائے چنانچہ آپ نے ایک رات کی مہلت لی اپنے اصحاب کو ایک مرکز پر جمع کیا اور مشعلیں گُل کرتے ہوئے شب کی تاریکی میں فرمایا میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ باوقار اور بلند حوصلہ اصحاب نہیں دیکھا خدا تم سب کو جزائے خیر دے کل کا دن ''قربانیوں کا دن ہے اور دشمن کے ساتھ ہمارا فیصلہ ہونے والا ہے میں تمہیں اختیار دیتا ہوں اور تم سب سے اپنی بیعت اٹھا لیتا ہوں رات ڈھل رہی ہے اس تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ یہ لوگ میری جان کے دشمن ہیں مجھے یقین ہے کہ جب یہ مجھے قتل کر لیں گے تو پھر دوسروں کا پیچھا نہیں کریں گے مگر امام حسینؑ کے وفادار اور جان نثار ساتھیوں نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی بلکہ سبھی نے یک زبان ہو کر کہا اگر ہم قتل کئے جائیں اور پھر زندہ کئے جائیں تو بھی آپ کی نصرت و رفاقت سے منہ نہ موڑیں گے اور نہ ہی آخری سانس تک آپ کا ساتھ چھوڑیں گے۔ عاشور کی شب ختم ہوئی دسویں محرم کو صبح سے عصر تک کی مدت میں ان بہادروں نے جو کہا تھا اسے کر کے دکھایا اور اس استقلال وفاداری اور بہادری کے ساتھ امام حسینؑ کی نصرت میں دشمنوں سے جنگ کی جو تاریخ میں یادگار ہے۔ ان جانثاروں میں حبیب ابن مظاہر مسلم بن عوسجہ حر ابن ریاحی ایسے ساٹھ ستر اور اسّی برس کے بوڑھے بھی تھے کچھ نوجوان بھی تھے ایسے شجاعان روزگار بھی تھے جن کی شجاعت کے کارنامے لوگوں کی زبان پر تھے۔ آخری ہدیہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے حضرت امام حسینؑ میدان کارزار میں آئے آپؑ تین دن کے بھوکے پیاسے تھے آپؑ نے دن بھر اعزہ و اصحاب اور انصار کی لاشیں اٹھائی تھیں۔ بہتر (72) زخم سینے پر کھائے تھے بھائی علمدار کے غم میں کمر شکستہ ہو چکی تھی اولاد کی شہادت نے کلیجے کو پاش پاش کر دیا تھا مگر آپؑ نے نصرت اسلام کے لئے تلوار جب نیام سے نکالی تو میدان کارزار میں خون برسنے لگا پھر وہ منزل بھی آئی جب آپؑ زخموں اور تیروں کی کثرت سے گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ دوش مصطفیٰ ﷺ کا یہ سوار عرش زین سے فرش زمین پر تشریف لائے حق کی حفاظت اور اصولوں کی حمایت میں اکثر قربانیاں کی گئی ہیں مگر مظلوم کربلا سید شہداء امام حسینؑ نے کربلا

باقی صفحہ 38 پر

اسلام میں عورت کا مقام

بدالرحمن صابر چھورہٹی

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عورت کو عزت وحرمت کے جس بلند مقام پر اسلام نے فائز کیا ہے اور اس کے حقوق ومرتبے کی حفاظت کے لئے جو ضمانتیں اپنے احکامات کی روشنی میں اسلام نے فراہم کی ہیں دُنیا کا کوئی قانون، کوئی مذہب، اور جدید وقدیم کوئی تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمان گھرانوں کی خواتین نے ایک اچھی مسلمان ماں کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو عبادت سمجھ کر ادا کیا تو انہوں نے اپنی اپنی آغوش میں محمد غزنوی، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور خالد بن ولید جیسے عظیم سپوتوں کو پروان چڑھایا۔

• ارسطو کا قول ہے کہ ماں کی گود بچّے کی پہلی درسگاہ ہے۔ ہر بچّہ اپنی ماں کی مکمل توجہ چاہتا ہے۔ جو اس کا حق بھی ہے چنانچہ بچّے کی اس پہلی درسگاہ جو مائیں اپنے فرائض پوری ذمہ داری اور یکسوئی کے ساتھ ادا کرتی ہیں۔ اور بچّے کے ذہنی، جذباتی اور جسمانی نشوونما کا فریضہ بطریق احسن نبھاتی ہیں۔ بلاشبہ ان بچّوں کی تمام صلاحیتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ اور وہ بچّے مستقبل میں معاشرے کی کامیاب ترین اور بہترین افراد میں شامل ہو کر قوم وملک کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔

عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے دیئے ہوئے احکامات کے گرد اپنی زندگی کی پُرکار کو گھمائیں۔ اس میں ان کی ذہنی اور دنیاوی فلاح پوشیدہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں آج کل عورت کی جو حیثیت اور وقار ہے اس کا ذمہ دار مَرد نہیں عورت ہے۔ کہنے کو تو (آج کل) عورت ذات کی بڑی عزت، وقار، ابرو بیان کی جاتی ہے لیکن ان بے معنی نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلام نے جتنی ذمہ داریاں ان پر تفویض کی ہیں وہ تمام ذمہ داریاں آج کی عورت ذات نے بھلا دی ہے۔ اسلام سے دوری کا ان کا یہ حال ہے کہ بقول امیر السلام ہاشمی:

کہنے کو ہر اک شخص مسلماں ہے لیکن
دیکھو تو کہیں نام کو کردار نہیں ہے

(اس دور میں عورت میں اسلامی تعلیمات سے وابستگی نظر نہیں آتی مرد حضرات بھی کہیں سے کہیں پہنچ چکے ہیں لیکن یہاں ان کا ذکر کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔)

درحقیقت عورتوں کو جو حقوق اور احترام وعزت اس معاشرے خصوصاً اسلام میں ملنی چاہئے تھیں۔ وہ ملتی نظر نہی آتی۔ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو اسلام نے جتنی عزت ان کو بحیثیت ماں، بیٹی اور بیوی کے دی ہے۔ اس لحاظ سے مَردوں اور ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ قرآن میں ہے کہ ''جیسے حقوق مَردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی حقوق عورتوں کے مَردوں پر ہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 228) حدیث کی رُو سے بھی عورتوں اور مَردوں میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔

سید وحید الدین کتاب روزگار فقیر میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت علامہ اقبال ایک دفعہ کہنے لگے کہ جس قوم نے عورتوں

کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر ضرور پشیمان ہوئی۔ عورت پر قدرت نے اتنی ذمہ داری عائد کی ہے کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں تو اسے کسی اور کام سے فرصت ہی نہیں مل سکتی۔"

علامہ اقبال صاحب عورتوں کے حامی نظر آتے ہیں لیکن وہ بھی عورتوں کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کسی جگہ فرماتے ہیں کہ:

ایک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

عورت کی جو ذمہ داریاں ہیں۔ ان سے عہد برآ ہونے کا سوال ہے تو ایسے کردار کے حوالے سے آج جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک مایوسی کی صورت حال سے واسطہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے اسلام سے دوری کے علاوہ مغرب کی اندھی تقلید بھی ہے اگر عورتوں کو اسلامی تعلیمات سے دوری پر فخر ہو یا مغرب کی تقلید پر ناز ہے تو انہیں یہ دیکھنا بھی ہوگا کہ دوسرے مذاہب (اسلام کے سوا) نے ان کے لئے کیا کچھ دیا ہے۔ اگر ان کی عزت و آبرو، حیثیت کے بارے میں دوسرے مذاہب کے نقطہ نظر دیکھیں تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے:

ہم سا کوئی گمنام زمانے میں نہ ہوگا
گم ہو وہ نگیں جس پر کھدے نام ہمارا

اس گم شدہ نگینے کی اس پھولین کا کیا کہنا کہ وہ اسلام کے نام پر کیا سے کیا کرتے نظر نہیں آتے۔ غیر مردوں سے میل ملاپ، بے پردہ سر بازار گھومنا، مردوں کی مجلسوں میں ناچ گانا............ لیکن میرا مؤقف یہ ہے کہ "نہ ڈالو رخنے کسی کے نسب میں"

مگر اصل حقیقت کو بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ دوسرے مذاہب نے ان کو کیا دیا ہے۔ اس کی ایک جھلک اسلام سے قبل یعنی زمانہ جہالت میں نظر آتی ہے۔ اس دور میں عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی کوئی حیثیت اور مرتبہ نہ تھا۔ اگر ان کی کچھ حیثیت تھی تو اس قدر کہ ان کی جائیداد کے طور پر خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ان کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ یہ باتیں اس دور کی ہیں جسے زمانہ جاہلیت کہتے ہیں۔ لیکن اس زمانے میں بھی دیگر مذاہب ان کے بارے میں اچھا رویہ نہیں رکھتے جس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

1- ہندو دھرم کے مطابق عورت اس قدر خراب، اور زہریلی ہے جتنی کہ زہریلے سانپ، تقدیر، طوفان، موت اور جہنم بھی اتنی خراب نہیں ہے۔ ہندوستان میں بیوہ عورت کو شوہر کی چیتا پر جل مرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بصورت دیگر ایسے ایسے مظالم سے دو چار ہونا پڑتا ہے جس کی وہ متحمل نہیں ہو سکتی۔ جبکہ مردوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کریں۔

2- سنسکرت میں لڑکی کو دوہتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کے لئے پتنی (لونڈی) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

3- مسیحی لوگ عورت کے بارے میں کہتے ہیں کہ "عورت ایک ناگزیر برائی۔ ایک پیدائشی وسوسہ ایک مرغوب رقت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گیر دلبریائی اور ایک آراستہ مصیبت ہے۔

4- درجہ بالا حقائق کے علاوہ ان کے متعلق مختلف ممالک میں توہین آمیز فقرے رائج ہیں۔ روسی مثل ہے ''دس عورتوں میں ایک روح ہے۔ اطالوی قول ہے کہ گھوڑا اچھا ہو یا بُرا اس کے لئے مہمیز کی ضرورت ہوتی ہے لیکن عورت اچھی ہو یا بُری اس کے لئے مار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہسپانوی زبان میں مثل ہے کہ بُری عورت سے بچنا چاہئے مگر اچھی عورت پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

5- روم میں تو باپ اور شوہر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکے۔ یہاں تک کہ شوہر کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ بیوی کو چاہے تو قتل کر ڈالے۔

6- ہمارے ملک میں بھی عورتوں کو مختلف ناموں سے پکارتی نظر آتی ہے۔ مثلاً اے عورت تیرا نام بے وفائی ہے۔ عورت ہر فساد کی جڑ ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی بار بار دہرائی جاتی ہے کہ عورت شیطان کی خالہ ہے۔ ایک پرانا مقولہ یہ بھی ہے کہ دُنیا کے تمام جھگڑے زن، زر اور زمین کے لئے ہوتے ہیں۔

عورتوں کے بارے میں درجہ بالا نظریات پڑھ کر ذہن مایوسی اور تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے بقول ناصر کاظمی:

چلے دل سے امیدوں کے مسافر
یہ نگری آج خالی ہو رہی ہے

جتنی درگت ان عورتوں کے اسلام سے قبل یا اسلام سے بعد دیگر مذاہب میں ہوئی سو ہوئے لیکن آج کے دور میں مسلمان ملکوں میں بھی ان کی کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان ملک (پاکستان) میں ابھی تک ظلمت ہے اسلام کی روشنی نہیں آئی تو غلط نہ ہوگا۔ بقول اسماعیل تحسین:

بھلا ایسے میں کوئی راستہ کیونکر دکھائی دے
ہوئی صبح دُنیا میں وطن میں شام ہے اب تک

وطن میں شام ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات سے مرد و زن دونوں نالاں اور ناواقف نظر آتے ہیں یہاں عورتوں کی نہ عصمت سلامت ہے اور نہ ان کا وقار۔ جس کی ایک ہلکی سی جھلک ''پارلیمنٹ سے بازار حسن تک میں عبدالقدار ہفتہ روزہ .... 12 اگست 1977ء کے حوالے سے یوں نظر آتے ہیں: میں آپ کو سچ کہتا ہوں، خدا کو حاضر و ناضر جان کر عرض کرتا ہوں کہ 1947ء کے فسادات میں مشرقی پنجاب میں اتنی مسلمان عورتوں کی عزتیں نہیں لٹیں جتنی کہ گزشتہ چھ سے سات سال میں پاکستان کے اندر لٹی گئی ہیں۔ یہ علم دستور تھا کہ مخصوص پارٹی کی ورکرز عورتیں نوخیز لڑکیوں کو کالج میں داخلہ یا ملازمت دلوانے کے بہانے وزیروں کے پاس لے جاتی تھیں اور وزیر اگر پسند کر لیتے تو گھر پر یا کسی دوسری جگہ ملاقات کا وقت دیتے اور وہاں ان کی زبردست عصمت لوٹ لیتے۔ وزیروں میں اکثر اس بات کی بحث ہوتی کہ کس نے کتنے معصوم، کم سن لڑکیوں سے لطف اٹھایا ہے۔۔۔۔(صفحہ 243)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عورتوں پر ہونے والے مظالم، بربریت کی یہ ایک معمولی جھلک ہے۔ ''پارلیمنٹ سے بازار حسن تک'' ایسے دل دوز واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ ان کو پڑھ کر دل خون کے آنسو رونے پر مجبور ہوتا ہے۔ عورتوں پر ہونے والی زیادتیوں، خصوصاً اجتماعی زیادتی کی خبر پرانی نہیں ہے۔ آج ہی اخبار اٹھائیں اور ان پر ہونے والے کسی ظلم کے بارے میں پڑھیں۔ ان غریبوں کی قسمت سدا پھوٹی نظر آتی

ہے۔ کاش آج بھی یہ عورتیں حقوق نسواں کا نعرہ اسلامی تعلیمات پر عمل کی صورت میں لگانا شروع کریں تو کتنی مزے کی بات ہو گی۔ ورنہ ان کے بارے میں محض یہی کہہ کر خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے:

تعمیر نشیمن کے لئے جب بھی اٹھے ہیں
تنکوں کی جگہ ہم نے ستاروں کو چنا ہے

یا

نہیں ساحل تیری قسمت میں اے موج
ابھر کر جس طرف چاہے نکل جائے

میں ایک بار پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عورتوں کے حقوق کی بحالی صرف اور صرف اسلامی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔ اسلام نے جتنی ان کو جتنا حقوق اور مرتبہ دیا ہے یہ ان کے لئے کافی ہے۔ اگر عورتیں گھر کو سنبھالیں، شوہر کے دُکھ درد کا مداوا ثابت ہوں۔ اپنے بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت کریں۔ کیونکہ یہی کام ان کا ہے اور یہ کام کرنے میں ہی ان کی دین دُنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ اگر پھر بھی عورتیں اپنی کم عقلی اور ناسمجھی کے باوجود خانہ داری، شوہر کی تابعداری اور اولاد کی پرورش سے کنارہ کشی کریں تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دھرا سکتی ہے۔ ان سے بڑھ کر کوئی بھی مظلوم اور غریب نظر نہیں آئیں گے۔

دیکھ مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

عورت کے بارے میں آج سے چودہ سو سال پہلے کی تمام روایات کے اطلاق کو اسلام کی بنیادی لازمہ جز ہونا ضروری ہے۔ ان کے سلسلے میں وراثت، شادی، اخلاق، کردار، شوہر کی تابعداری، گھرداری، الغرض تمام موضوعات پر واضح اور مدلل جواب اصول اسلام رکھتا ہے اس کی کسی دوسرے مذاہب میں مثال نہیں ملتی۔ عورت کا لفظ پانچ خوبصورت الفاظ سے مل کر بنتا ہے۔ اگر ان کے وجود پر غور کریں تو ان میں بے حد خوبیاں بھی نظر آتی ہیں۔ عورت کے معنی ہی پردہ ہے لیکن آج کل حال یہ ہے کہ عورتیں سر بازار بے پردہ اور غیر مردوں کے ساتھ پھرتی ہیں۔ بقول شاعر:

کل جنہیں چھو نہیں سکتی تھیں فرشتوں کی نظر
آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں

یہ بات درست ہے کہ کسی بھی معاشرے کو سنوارنے اور بگاڑنے میں خواتین اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حق کے لئے آواز بلند کریں۔ اپنے جائز حقوق کے لئے کوشش کریں۔ اسلام نے ان کے لئے تعلیم کے دروازے ہنر کے در تک، الغرض تمام قسم کے علوم وفنون کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ''علم حاصل کرنا مرد عورت دونوں پر فرض ہے۔'' صحابہ کرام اور ان کی عورتیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ تاہم ان عورتوں پر اس دور میں بے جا رسوم کی ایسی پابندیاں عائد ہیں جن میں دب کر وہ کچھ کر سکتی ہیں اور نہ کہہ سکتی ہے۔

عورت ذات پر ہونے والے مظالم کا قصہ کافی لمبا نظر آتا ہے۔ ان مظالم کے بیان سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تھوڑا سا ان کے حقوق، عزت اور مقام پر نظر ڈالیں۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

لوگو! سنو، عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے سوا اس صورت میں جب

جاری ہے

موضع سرموں ... ایک تعارف

تحریر: علی محمد محمدی، ایم اے

موضع سرموں ضلع گانچھے کے صدر مقام خپلو سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلے پر وادئ چھوبت اور مشہ بروم کے سنگم پر واقع ہے۔ یہاں تقریباً تین سو گھرانے آباد ہیں جو تقریباً پچیس سو نفوس کو تشکیل دیتے ہیں یہ پانچ محلہ جات پر مشتمل ہے جو چھوغو گرونگ، تشری، برزکری، گند اور کھر ہیں ان میں چھوغو گرونگ کو مرکزی مقام کی حیثیت حاصل ہے اس وقت یہاں کی آبادی میں سے 99 فیصد نوربخشی ہیں باقی میں سے ایک فیصد اہلحدیث ہیں۔

سرموں ماضی میں بدھ مت کا مرکز رہا ہے آج بھی کھر گاؤں کے مغرب میں پہاڑی ٹیلے پر رگیلو کھر کے نام سے بدھمت گونپہ کے آثار موجود ہیں جو نو چھوٹے ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھا ساتھ ہی چشمہ بھی ہے یہاں بدھ بھکشو، کوشوق، لاما مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ یہ جگہ فوجی نقطۂ نظر سے نہایت اہمیت کی حامل ہے ایک جانب سلنگ ہے ہوشے تک، غورسے سے ہلدی تک، یوچنگ سے بلغار تک اور سرموں سے چھوربٹ ولداخ تک پر نظر رکھی جاسکتی ہے۔ غالباً بدھ مت اور بون چھوس ادوار میں بہت و گندھارا کی زیارت کے لئے جانے والے بدھ بھکشوؤں کی رہنمائی کی، سفری سہولت کی خاطر یہ گونپہ بنایا گیا تھا کافی عرصہ آباد رہنے کے بعد جب یہاں میر سید علی ہمدانی اور میر سید محمد نور بخش کے ہاتھوں اسلام کی اشاعت ہوئی تو مقامی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اس طرح یہ گونپہ عرصہ تک خالی رہ کر استداد زمانہ کے ہاتھوں تباہ ہو کر رہ گئے۔ آج بھی اس کی مستحکم بنیادیں موجود ہیں اور بدھ مت زائرین کی رہنمائی کے لئے تقریباً 12 سو فٹ نیچے پہاڑ کی سلامی میں ایک چٹان پر اس کے نقوش کندہ ہے وہاں سے گزرنے والوں کو پہاڑ کی چوٹی پر گونپے کی موجودگی کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

آج اللہ کے فضل وکرم سے یہاں بدھ مت کا کوئی نشان نہیں ہے سو فیصد لوگ مسلمان ہیں۔ سرموں کے پانچوں محلہ جات میں نماز پنجگانہ باجماعت ادائیگی کا انتظام ہے جبکہ چھوغو گرونگ میں مرکزی جامع مسجد "خانقاہ" ہے جہاں اہلیان سرموں جمعہ اور عیدین ادا کرتے ہیں۔

ماضی بعید میں یہاں بدھ لاما اور بدھ بھکشو رہا کرتے اور بدھمت پھیلاتے تھے اشاعت اسلام کے بعد اخوند اور ملا لوگوں کی دینی رہنمائی کرتے رہے بعد میں یہاں کے لوگوں نے سید مختار اخیارؒ کی اولاد سے سید فرخ نامی ایک سید کو یہاں لاکر آباد کرایا۔ یہاں کے سید عباس صاحب نے وسیلۃ النجات کے نام سے بلتی مراثی نوحہ جات کا مجموعہ شائع کیا یہ بلتی زبان میں اولین اشاعتی کام ہے۔ 1960ء میں سید سلطان حسین نے دعوت صوفیہ شائع کیا ماضی قریب میں سید علی صاحب کا انتقال ہوا ہے جو قصیدہ خوانی کے حوالے سے بڑی شہرت رکھتے تھے وہی خانقاہ کے میر واعظ تھے۔ ماضی کی نسبت یہاں تعلیم یافتہ کافی

تعداد میں نکلے ہیں۔ موجودہ زمانے میں یہاں بفضل خدا بڑے بڑے علماء دین موجود ہیں جو روایتی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی سطح تک جدید اعلیٰ تعلیم سے بھی بہرہ ور ہیں جن میں مولانا قاری ابراہیم صاحب، بی اے، بی ایڈ، مولانا محسن علی صاحب، ایم اے، بی ایڈ، حافظ عبدالرحمٰن صاحب، ایم اے، بی ایڈ، مولانا اسماعیل صاحب، بی اے، مولانا علی محمد محمدی صاحب، ایم اے، بی ایڈ، مولانا حافظ ذاکر علی صاحب، بی اے، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، بی اے شامل ہیں۔ یہ حضرات زندگی کے تمام شعبوں میں اہلیان سرموں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہاں حافظ عبدالرحمٰن اور حافظ ذاکر علی بھی رہتے ہیں اور رمضان المبارک میں تراویح میں قران پاک سناتے ہیں۔

ذیل میں ہم خانقاہ سرموں کی تعمیر وتوسیع سے متعلق قارئین کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ یہ خانقاہ چھوغو گرونگ میں واقع ہے۔ ساتھ ہی چشمے کا پانی بہتا ہے اس لحاظ سے یہ مرکزی مقام پر واقع ہے۔ غالباً امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کے زمانے میں یہاں کوئی چھوٹی مسجد بنی ہوگی۔ بعد میں آبادی میں اضافہ کی وجہ سے اس کی توسیع ہوئی توسیع کا یہ سلسلہ مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ آخری توسیع غالباً 1955ء میں ہوئی تھی اور موجودہ خانقاہ کی خوبصورت عمارت تعمیر ہوئی تھی۔ جس میں بارہ عدد چلہ خانے بھی بنے ہوئے ہیں لیکن عرصہ دراز سے یہ چلہ خانے زیر استعمال نہیں تھے۔ ادھر آبادی میں روزافزوں اضافہ کی وجہ سے جمعہ، عیدین اور محرم الحرام کے دوران حاضرین کے لئے جگہ کی تنگی کا مسئلہ درپیش تھا لیکن مختلف طبقہ ہائے فکر سے وابستہ تین سو گھرانوں کے لوگوں کو آمادہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ گزشتہ کئی سالوں سے توسیع کے لئے باتیں ہوتی رہیں مگر ہر بار اختلافات کی وجہ سے یہ عمل شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تھا۔

خوش قسمتی سے 2003ء میں بڑی مشکل سے اس کام کا آغاز ہوا جس کا سہرا سرموں کی معروف سماجی کارکن صوبیدار حاجی غلام رسول اور ان کی تنظیم ''عسکری تنظیم سرموں'' کے سر ہے۔

صوبیدار صاحب نے فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد عسکری تنظیم سرموں کے نام سے ریٹائرڈ فوجیوں کی تنظیم قائم کی جس کے پلیٹ فارم سے مختلف سماجی خدمات کا آغاز کر دیا۔ جب مختلف نقطۂ ہائے فکر والے لوگوں سے خانقاہ کی توسیع کا کام نہ ہو سکا تو صوبیدار صاحب کی کوششوں سے اس کی تعمیر وتوسیع کا آغاز کر دیا۔ آغاز کار کے ساتھ ہی لوگوں سے عطیات وصول کرنے کا کام شروع کر دیا۔ صوبیدار صاحب کے خلوص اور عسکری تنظیم کے فعال کارکنوں کی انتھک کوشش رنگ لائی مختلف فکری طبقوں کے لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ علاقے کے ملازمین نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ پیش کی خواتین نے اپنے زیورات پیش کئے زمینداروں نے سفیدے دیئے۔ اندرون و بیرون ملک مقیم نوجوانان سرموں نے اپنے اپنے خون پسینے کی کمائی پیش کی یوں تقریباً سولہ لاکھ روپے نقد اور دس لاکھ روپے کی عمارتی لکڑیاں جمع ہوئیں۔ ادھر زوروشور سے تعمیر وتوسیع کا کام جاری ہے۔ دوسری طرف عطیات جمع کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ یہ سب کچھ صوبیدار غلام رسول کی قیادت، عسکری تنظیم کے کارکنوں کی انتھک محنت، قاری ابراہیم صاحب کی پُرسوز دعا کا نتیجہ صوبیدار صاحب کی دیانتداری وخلوص پر اہلیان سرموں کا اعتماد ہے۔ آج ایک سال کی مدت تادم تحریر شمال مغربی دیوار مکمل ہو چکی ہے، جنوبی اور مشرقی سمت زوروشور سے

باقی صفحہ ۴۸ پر

منشی حسن خان سے انٹرویو

غلام حسن حسنو، ایم اے

گزشتہ دنوں جناب منشی حسن خان صاحب، محمد ابراہیم اور محمد حسین صاحب ڈیرہ دون انڈیا سے خپلو تشریف لائے تینوں بالترتیب ہنڈیلی، کھانسر اور کھرکوہ کے رہنے والے تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد اب وہ انڈیا میں رہتے ہیں۔ محمد حسین صاحب سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی منشی حسن خان اور محمد ابراہیم سے ہماری تین ملاقاتیں ہوئیں منشی صاحب سے ہونے والی گفتگو نذر قارئین کی جارہی ہے۔ خیالات انہی کے اور الفاظ ہمارے ہیں۔

نوائے صوفیہ: آپ پہلے اپنا تعارف کرائیں؟

منشی حسن خان: میں خپلو بالا کے مشہور محلہ ہنڈیلی کا پشتی باشندہ اور ژھنگفوا خاندان کا چشم و چراغ ہوں۔ 1944ء کو میں یہاں سے دوسرے بہت سے لڑکوں کے ساتھ براستہ کشمیر شملہ منصوری گیا۔ 1947ء میں ڈیرہ دون ہی میں رہ گیا اور اب بھی وہیں رہائش پذیر ہوں جبکہ میرے بھائی عبدالکریم کا گزشتہ سال انتقال ہوا اس کی اولاد یہیں خپلو میں ہے۔ اسی طرح میرے بھائی احمد حسین، نائب صوبیدار شکور علی اور دو بہنوں اور ان کی اولاد یہاں رہائش پذیر ہیں۔ میں اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ میرے بہن بھائیوں کی اولاد نے اچھی تعلیم اور بہتر روزگار حاصل کئے ہیں اور سب کی معاشی، معاشرتی حالت قابلِ رشک ہے۔

نوائے صوفیہ: 1947ء میں آزادی کے وقت سرحد کے دونوں جانب سخت فسادات ہوئے تھے آپ لوگ وہاں کیسے رہ گئے جبکہ ہزاروں بلتی پنڈی لاہور آ کر آباد ہو گئے تھے؟

منشی حسن خان: 1947ء میں ہمیں پاکستان اور ہندوستان کے نام سے الگ الگ مملکتوں کے قیام کا یقین نہیں تھا اس لئے ہم نے اپنے گھروں یا پاکستان کی طرف آنے کی کوشش نہیں کی جب سرحدوں کے دونوں طرف فسادات شروع ہوئے اور دونوں مملکتوں کی آزادی ہوگئی اب بہت دیر ہو چکی تھی سرحد کی طرف سخت خطرہ تھا اس لئے ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ ہمارے بہت سے ساتھی پاکستان آ بھی گئے جن میں مرحوم مولوی حمزہ علی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

نوائے صوفیہ: کیا وہاں ہندوؤں نے آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہا؟

منشی حسن خان: جی وہاں ہمیں کچھ نہیں کہا وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ رہے اب بھی ہم ہندوؤں کے ساتھ بالکل گھل مل کر پُرامن طریقے سے رہتے ہیں۔

نوائے صوفیہ: آپ لوگ وہاں کیسے رہ رہے ہیں؟

منشی حسن خان: ہم ہندوستان کے صوبہ ہمل چل پردیش کے موضع ڈیرہ دون میں رہتے ہیں یہاں تقریباً ایک سو گھر نوربخشیوں کے آباد ہیں اور سب بلتستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ 1947ء میں تقسیم ملک سے بلتستان کے بچھڑنے والے گھرانوں سے ہمارا تعلق ہے۔ 1947ء کے بعد سے اب تک ہمارا بلتستان کے اپنے اپنے گھروں سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ ہے لیکن آمدورفت بالکل نہیں تھی۔ ہم پہلے لوگ ہیں جو یہاں آ کر اپنے اپنے گھر والوں سے مل کر جارہے ہیں۔ دونوں

ممالک کے تعلقات خوشگوار ہونے پر ہمیں یہ موقع میسر آیا ہے۔

نوائے صوفیہ: یہاں آکر آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

منشی حسن خان: یہاں آکر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے بچپن میں میں نے جو علاقہ جس حال میں چھوڑا تھا۔ اب بالکل بدل گیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں ترقی اور خوشحالی نمایاں ہے معیار زندگی بلند ہوا ہے۔ تنگ و تاریک مکانوں کی جگہ کھلے صاف اور پختہ مکانوں نے لے لی ہے۔ اقتصادی لحاظ سے بہت ترقی ہوئی ہے اسی طرح دینی لحاظ سے بھی بہت اچھی تبدیلی دیکھ رہا ہوں لوگ زیادہ دیندار ہو گئے ہیں۔ مسجدیں اور خانقاہوں کے حجرے آباد اور مدرسے اچھی طرح چل رہے ہیں۔

نوائے صوفیہ: وہاں کے نوربخشیوں کی دینی و اقتصادی حالت کیسی ہے؟

منشی حسن خان: وہاں کے نوربخشیوں کی اقتصادی حالت متوسط اور ملی جلی ہے زیادہ تر مزدوری، کھیتی باڑی اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کے شعبوں سے وابستہ ہیں۔ دینی حالت تسلی بخش ہے اگرچہ ہمارے پاس گنتی کی چند کتابوں کے سوا کوئی اہم اور کوئی جید عالم دینی موجود نہیں اس کے باوجود ہمارے لوگ نوربخشی اعمال و عقائد سے دل کی گہرائیوں سے وابستگی رکھتے ہیں غیر نوربخشیوں نے ہمارے لوگوں کو توڑنے کی کافی کوششیں کی ہیں مگر انہیں ہر موقع پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ اب ہم نے مسجد کی تعمیر اور مدرسے کے قیام کے ذریعے اپنی صفوں کو اور بھی مستحکم کر لیا ہے۔ اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

نوائے صوفیہ: مسجد کی تعمیر اور مدرسے کے قیام سے متعلق آپ بتانا پسند کریں گے؟

منشی حسن خان: ہم نے نماز باجماعت، جمعہ، عیدین اور محرم الحرام کی تقریبات، مجالس 1944ء سے قبل شروع کر رکھے تھے چیلو کے مولوی حمزہ علی صاحب یہ فرائض سرانجام دیتے تھے۔ لیکن وہ 1947ء میں پاکستان آگئے۔ اس وقت سے 1982ء تک راقم اور مختلف لوگ یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1982ء میں ہم نے مرکزی جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ تعمیر کی اور اب ہم نے مدرسہ کھولا ہے اور ہمارے بچے تعلیم پا رہے ہیں اس وقت میں اور اخوند علی حسن یوچنگ والا نوربخشیوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

نوائے صوفیہ: آپ کے مدرسے کے لئے نوائے صوفیہ کی وساطت سے جو رقم جمع ہوئی تھی کیا وہ وہاں پہنچ گئی ہے؟

منشی حسن خان: جی ہاں! جو رقم بھجوائی گئی تھی اسی رقم سے مدرسہ کی تکمیل ہوئی ہے اس کے لئے ہم غیر ممالک اور پاکستان میں مقیم نوربخشیوں بالخصوص نوائے صوفیہ کی انتظامیہ کے شکرگزار ہیں۔ جن ذرائع سے یہ رقم ملی ہے ہم ان کی دیانتداری کو سلام کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی دامے درمے سخنے مدرسے کی مدد جاری و ساری رکھیں گے۔

نوائے صوفیہ: آپ کو وہاں کون کون سے مسائل درپیش ہیں؟

منشی حسن خان: ہمیں وہاں دینی لحاظ سے کچھ مسائل درپیش ہیں جنہیں حل کرنا فی الحال ہمارے بس سے باہر ہے تاہم ہم انہیں حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان مسائل میں چند درج ذیل ہیں:

1- کتب دینیہ کی کمی

ہمارے پاس نوربخشی کتب کی کمی ہے۔ 1992ء تک ہمارے پاس صرف فلاح المومنین موجود تھی ہم اس کے مطابق دینی امور بجالاتے تھے۔ 1992ء کے بعد یہاں ندوہ اسلامیہ

نوربخشیہ کی طرف سے شائع شدہ دعوات صوفیہ اور فقہ احوط ملیں اب یہ کتابیں انجمن صوفیہ نوربخشیہ دراس کی طرف سے شائع ہوکر ہر نوربخشی گھر کی زینت ہیں غیر نوربخشی لوگ شروع سے اب تک ہمیں کتابیں نہ ہونے کا طعنہ دیتے رہے ہیں۔

2- علماء کی کمی

دوسرا بڑا مسئلہ علماء کی کمی ہے۔ ہندوستان میں ہمارا کوئی بڑا عالم دین موجود نہیں ہے تاہم جہاں جہاں نوربخشی ہیں وہاں دینی رہنمائی کے لئے اہل افراد موجود ہیں جنہیں ہم اخوند کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے ہم نے ڈیرہ دون میں دینی مدرسے کا اجراء کرلیا ہے۔ انشاء اللہ وہاں علماء کی کھیپ ہم تیار کریں گے۔

3- اخراجات کی کمی

ہماری اقتصادی حالت پست ہے ہم میں کوئی سرمایہ دار، جاگیردار نہیں ہے زیادہ تر زمینداری، ٹرانسپورٹ اور مزدوری جیسے شعبہ جات سے منسلک ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں ہمیں دینی ادارے چلانے اور نشرواشاعت کے لئے نقد رقوم کی ضرورت ہے۔

یہ ہمارے کچھ بڑے مسائل ہیں ان کے علاوہ جدید تعلیم کا فقدان، ہنرمندی کا فقدان، باہمی ربط ضبط کی کمی، بکھری ہوئی آبادی وغیرہ ہیں۔ ایسے مسائل ہر ایک کو ہر جگہ درپیش ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم انہیں مسئلہ نہیں سمجھتے۔

نوائے صوفیہ: ان مسائل کے حل کے لئے آپ کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

منشی حسن خان: ہم ان مسائل کے حل کے لئے مختلف اقدامات کر رہے ہیں۔ فقہ اور دعوات صوفیہ چھپ کر عام دستیاب ہے ابھی میں نے بزرگان نوربخشیہ کی بہت سی کتابیں اکٹھی کی ہیں ہم انشاء اللہ ان کتابوں کو وہاں شائع کریں گے ان کی اشاعت کے لئے میں نوربخشی برادری سے امداد کی توقع رکھتا ہوں۔

مدرسہ ہم نے قائم کرلیا ہے وہاں پڑھائی جاری ہے۔ اس طرح علماء کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور کتابوں کی کمی کا بھی۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے بزرگوں کی بے شمار کتابیں عربی اور فارسی میں موجود ہیں جیسا کہ میں نے آپ (حسنو) کے گھر آکر دیکھا ہے۔ یہاں بہت سی کتابوں کے اُردو میں ترجمے بھی ہوئے ہیں کچھ زیر اشاعت ہیں اور بہت سی کتابوں کے ترجمے ہورہے ہیں ان کی اشاعت کے بعد ہم انشاء اللہ اس قابل ہوجائیں گے کہ غیر نوربخشیوں میں تبلیغ واشاعت دین کا کام کرسکیں۔

نوائے صوفیہ: آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہاں علماء میں اختلافات پایا جاتا ہے وہاں بھی یہ کیفیت تو نہیں ہوگی؟

منشی حسن خان: ہر فرقہ کے علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے اس قسم کے اختلافات سطحی ہوتی ہیں تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہوجائے گا۔ ہمارے وہاں نوربخشیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہاں کی اختلافی حالت پر مجھے سخت افسوس ہے میں نے یہاں چند جگہوں پر جاکر معلوم کیا ہے یہاں کا اختلاف محض سطحی نوعیت کا ہے غلط فہمی اور غلط بیانی کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل سے وہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم ہر سال بھارت گیر سطح پر نوربخشیوں کی ایک کانفرنس منعقد کرتے ہیں جس میں سارے معاملات طے کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی اگر ایسا سلسلہ شروع کیا جائے تو اختلافات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔

نوائے صوفیہ: آپ لوگوں کو یہاں کی صورت حال کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟

منشی حسن خان: مختلف لوگوں کو یہاں سے خطوط آتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے ہماری مرکز میں نوائے صوفیہ کبھی کبھی آتا ہے اس سے ہم حالات حاضرہ کے ساتھ ساتھ نوربخشی تعلیمات سے آگاہ ہوتے ہیں درحقیقت نوائے صوفیہ نے پاکستان سمیت دُنیا کے مختلف ملکوں میں آباد نوربخشیوں کے درمیان پل کا کردار ادا کیا ہے یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے ہمیں کبھی کبھی ایک شمارہ ملتا ہے چاہئے تو یہ کہ یہ شمارہ مسلسل ملے اور کم از کم اس کی دس کاپیاں ملنی چاہئیں۔

نوائے صوفیہ: آپ قارئین نوائے صوفیہ اور نوربخشی برادری کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

منشی حسن خان: میری عرض یہ ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد قائم کریں۔ اختلافات کو ختم کر کے پیار اور محبت میں بدل دیں۔ علامہ محمد بشیر اور علماء دینی کتابیں شائع کریں اور نوائے صوفیہ نوربخشیوں کے درمیان ربط و ضبط قائم کر کے بے مثال عمدہ کارکردگی دکھائی ہے ان کی قدر کرو اور انہیں مزید فعال بنانے کے لئے اس کی خریدار بنیں۔

☆☆☆

بقیہ سرسوں پر ایک نظر

تعمیراتی کام جاری ہے۔

اس کام میں پچاس ہزار سے زیادہ کے عطیات دینے والوں کے نام یہ ہیں۔

حاجی ابراہیم موسیٰ المعروف حاجی بلبلیل ٹکری مقیم سعودی عرب ایک لاکھ روپے، محمد علی چھوغو گرونگ مقیم امریکہ پچاس ہزار روپے، ابراہیم کھر مقیم امریکہ ساٹھ ہزار روپے، اخوند موسیٰ کھر مقیم ابوظہبی ساٹھ ہزار روپے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ خانقاہ و مساجد تعمیر کرنے اور انہیں آباد رکھنے کی ہمیں توفیق دے۔

☆☆☆

بقیہ مجموعہ شریعت محمدیہ

مذہب کے جملہ بزرگانِ دین کا تواتر کے ساتھ یہ طریقہ چلا آیا ہے کہ وہ ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی اجتماعی ادائیگی پر کاربند رہا کرتے تھے۔ ہر ایک خانقاہ اور ہر ایک مسجد میں اس نماز کی اجتماعی ادائیگی سے روح پرور مناظر دیکھے جاتے ہیں۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ تا حال بزرگان دین کے اسی طریقے پر گامزن ہیں اور انشاء اللہ تادم حیات گامزن رہیں گے۔

10- نام سے بیر کیوں؟

''نام سے بیر کیوں؟ کے سلسلے میں حقیقت کھول دی جاتی ہے کہ بعض عناصر بے پناہ فضیلت کی حامل اس نفل نماز یعنی تراویح کو کسی غیر شارع کی ذہنی ایجاد قرار دیتے ہیں اور وہ تراویح والے نام ہی سے بیر رکھتے ہیں حالانکہ دعوات صوفیہ کے تمام قدیم غیر مطبوعہ اور مطبوعہ نسخوں میں صراحت کے ساتھ نماز تراویح کی اجتماعی ادائیگی والی نیت تراویح باالجماعت مندرج ہے اس کے باوجود اس کی اجتماعی ادائیگی کو بدعت قرار دینے والوں کی پر بلاغت انداز بھی نرالا ہے اس کی تردید شریعت محمدیہ میں مذکور ہے۔ پس اس کے نام سے بیر رکھنا اور اجتماعی ادائیگی کو بدعت قرار دینا اخلاص کے فقدان کی علامت ہے۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ کو بزرگان دین کے نقشِ قدم پر چلنا ضروری ہے اور اپنے معنوی وجود کے جنازے کو کندھا دینے والوں کے دام فریب میں پھنس جانے سے بچ کے رہنا چاہئے تاکہ اُخروی لحاظ سے حقیقی کامرانی ہمارے قدم چوم جائے۔ (جاری ہے......)

☆☆☆

حاجی محمد حسن صاحب سے انٹرویو

ماسٹر حاجی محمد حسن صاحب کا تعلق بلتستان کے ضلعی ہیڈکوارٹر خپلو سے ہے آپ ایک معروف سماجی و مذہبی شخصیت ہیں آپ مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ بلتستان کا جنرل سیکرٹری ہے۔ ماسٹر صاحب کی اسلام آباد آمد کے موقع پر ادارہ نوائے صوفیہ نے آپ کا انٹرویو لیا۔

نوائے صوفیہ: حاجی صاحب آپ اپنی ابتدائی تعلیم و تدریس کے بارے میں بتائیں؟

حاجی ماسٹر محمد حسن: میں سب سے پہلے ادارہ نوائے صوفیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے اس بین الاقوامی جریدہ میں اظہار رائے کا موقع فراہم کیا یقیناً اس سے قارئین مستفید ہوں گے۔ میری تاریخ ولادت 1938ء ہے میں نے لوئر مڈل سکول خپلو سے 1956ء میں مڈل پاس کیا اس زمانے میں میٹرک کا امتحان دینے کے لئے گلگت جانا پڑتا تھا جس کی وجہ سے میٹرک کا امتحان نہیں دے سکا تاہم نویں جماعت پاس کر لی تھی۔ میں نے 1958ء میں مدرس کی حیثیت سے سرکاری ملازمت اختیار کی اور ضلع کے مختلف دوردراز سکولوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ تقریباً ہر علاقہ میں میرے بہت سارے شاگرد ہیں اور کچھ اس وقت اعلیٰ عہدوں پر ملک وملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس زمانے میں میں مدرس تھا اس وقت سکولوں میں دو دینیات ہوتے تھے اور اہل صوفیہ نوربخشیہ کے طلباء کو غیروں کے دینیات پڑھنا پڑتا تھا۔ میری تجویز پر مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ نے علامہ محمد بشیر اور سید جمال الدین کو زور دے کر نوربخشی دینیات پانچویں تک تیار کرائی اور حکومت نے اسے سکولوں میں پڑھانے کے لئے منظوری کا یقین دلایا تھا مگر بعد میں منظور نہیں کیا گیا۔

نوائے صوفیہ: آپ مذہبی اور سماجی معاملات میں کیوں دلچسپی لیتے ہیں؟

حاجی ماسٹر محمد حسن: دراصل میرے نانا جان صاحب علاقے کے نمبردار تھے جس کی وجہ سے افسر عملہ سے زیادہ روابط تھے اور مالی لحاظ سے بھی ماشاءاللہ مستحکم تھے جس کی وجہ سے علماء ارسادات طبقہ ہمارے ہاں آتے رہتے تھے جس کی وجہ سے مذہبی معاملات میں یہ لوگ آگے آگے رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے مجبوراً ان معاملات کو دیکھنا پڑا۔

نوائے صوفیہ: آپ کے زمانے میں راجاؤں کا دور تھا اس وقت علاقہ کی تعلیمی و مذہبی حالت کیسی تھی؟

حاجی ماسٹر محمد حسن: اس زمانے میں راجہ ناصر علی خان صاحب حکمران تھے وہ علاقہ کی تعلیم و تربیت سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ اپنی حکمرانی اور وصولی کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا راجہ فتح علی خان ولی عہد بنا وہ مذہباً صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھتا تھا ان کے والد کے برعکس وہ علاقہ میں تعلیم عام کرنا چاہتے تھے ان کی کوششوں سے خپلو میں مڈل سکول بنا اور بہت سارے پرائمری سکول بنے انہوں نے اپنی کوششوں سے محلہ میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا تھا جہاں مذہبی و مروجہ تعلیم دونوں پڑھانے کا بندوبست کیا اس مدرسہ کا نام آغا

جانی سکول رکھا گیا اس مدرسہ میں دینی تعلیم دینے کے لئے غربو چنگ کے بوا علی مرحوم اور مروجہ تعلیم دینے کے لئے کاچو نادر علی شاہ کو مقرر کیا۔ اس سکول سے کافی طلباء فارغ ہوئے ان میں سے ایک طالب علم اسلام آباد میں مقیم بابو لیاقت علی خان ہے۔ بدقسمتی سے انتظامیہ کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ سکول بند ہو گئے اس سلسلے میں اے ڈی آئی محمد بشیر صاحب، ماسٹر یوسف صاحب تھسکوں اور میں خود بھی آغا جان صاحب کے پاس جا کر اس سلسلہ میں تبادلہ خیالات کیا انہوں نے اس کی بندش کا ذمہ دار مذہبی قیادت کو ٹھہرایا۔ اس موقع پر انہوں نے مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ کو دوبارہ فعال بنایا جس کے زیرِ اہتمام تھسکوں میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا صدر مدرس مولوی علی صاحب غربو چنگ کو بنایا گیا اور مولانا عبداللہ صاحب اور علامہ محمد بشیر صاحب دونوں کو مدرس کے طور پر رکھا گیا۔

اس مدرسے سے کافی تعداد میں طلباء فارغ ہوئے اور اس وقت جید علماء کی حیثیت سے دین وملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ علماء علاقہ شگر کے گلاب پور، وزیرپور، چھوربٹ، شیلا، سرمیک اور بلتستان کے دیگر علاقوں میں مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اُس زمانے میں مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ کا صدر خود راجہ فتح علی خان صاحب تھا اور سیکرٹری اپو علی داد صاحب کو بنایا گیا بعد میں مرحوم پیر سید عون علی صاحب کو صدر اور آغا جان صاحب سرپرستِ اعلیٰ اور بدیع الزمان صاحب کو جنرل سیکرٹری اور اپو علی داد صاحب کو قانونی مشیر بنایا گیا۔ مرحوم بدیع الزمان صاحب کے دور میں یہ انجمن کافی ترقی کر چکی تھی۔ بوا پیر سے لے کر تمام کارکن اُن کے مشورے پر عمل کرتے تھے۔ 1981ء کی بات ہے کہ مرحوم پیر سید عون صاحب کی صدارت اور مرحوم بدیع الزمان کی سیکرٹری کے وقت جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ پنچن کا واقعہ پیش آیا اس وقت میری پوسٹنگ یوچنگ میں تھی اس واقعہ میں مجھے، شاہین نبی صاحب مرحوم امیرو، اپو عبداللہ وغیرہ کو سمری کورٹ سے چھ ماہ کی قید سنائی اور تین ماہ جیل میں رہنے کے بعد رہا کر دیا اور نوکری بھی بحال کر دی جب سے اہل نوربخشیہ اور اہل تشیع میں علیحدگی ہوئی ورنہ مشترکہ مذہبی رسومات ہوتی تھیں اور خالصہ سرکار کہہ کر دائیں بائیں لے جاتے تھے اور نوربخشی قیادت تماشائی بنے رہتے تھے۔

حاجی حسن صاحب نے کہا مذکورہ بالا تمام باتیں تاریخی ہیں اس سے نئی نسل کی معلومات میں اضافہ ہو گا۔

نوائے صوفیہ: اس وقت آپ خود مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری ہے۔ آپ کب سے اس عہدہ پر فائز ہیں؟

ماسٹر حسن: مرحوم بدیع الزمان صاحب بیمار ہوئے تو کرامنگ کے صوبیدار موسیٰ خان صاحب کو سیکرٹری بنایا گیا بعد میں مرحوم پیر صاحب نے فاچو عبدالقدوس صاحب کو سیکرٹری بنایا گیا اور تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد کرامنگ کے آخوند حسین صاحب کو اس عہدہ پر فائز کیا گیا۔ انہوں نے بھی اتنا عرصہ کام کیا اس کے بعد چلو بالا اور اور پائین کے معززین کے اصرار پر مجھے اس عہدہ کے لئے منتخب کر لیا گیا اور ابھی تک اس عہدہ پر فائز ہوں۔ اور مفتی عبداللہ صاحب اس وقت صدر ہیں۔

نوائے صوفیہ: مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ کا بانی راجہ فتح علی خان اور مرحوم پیر سید عون علی الموسوی تھے اس انجمن نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے؟

ماسٹر حسن: انجمن کے کارکنوں نے اس مسلک کے لئے بے شمار جانی و مالی دونوں طرح سے خدمات انجام دیں یہ انجمن دراصل

مسلک نوربخشیہ بچاؤ کی تحریک تھی اگر یہ انجمن نہ ہوتی تو آج حالت مختلف ہوتی۔ اس مسلک کی خاطر دوستوں اور رشتہ داروں سے لڑا، جیل بھی گیا مگر ہمت کبھی نہیں ہاری۔ اس انجمن کے جیالوں کی وجہ سے پنجتن کا مسئلہ بخیر وخوبی صوفیہ نوربخشیہ کے حق میں ہوا بلتستان میں ہمیشہ رمضان اور عید کے موقع پر چاند کا مسئلہ رہتا تھا اس انجمن کے کارکنوں نے تمام علماء کو بلا کر یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کروایا اور فیصلہ ہوا کہ حکومت پاکستان کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر ہر حال میں عمل کیا جائے گا۔ اُس زمانے میں نوربخشی مساجد میں اہل تشیع کے لوگ جلوس لے کر داخل ہوتے تھے مگر نوربخشی لوگ جلوس میں جانے سے گریزاں تھے پنجتن کے واقعہ کے بعد مشترکہ مجالس اور جلوس کا رواج ختم ہوا ان واقعات کے بعد اہل تشیع اور امامیہ والے ہمیں پسند نہیں کرتے۔

نوائے صوفیہ: فقہ احوط کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کے سلسلے میں مرکزی انجمن اور علماء کا کیا کردار رہا ہے؟

ماسٹر حسن: یہ بہت ہی اہم سوال ہے نوربخشی مسلک میں فقہ احوط کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ اب تک یہ فرقہ شاہ سیّد محمد نوربخش“ کی روحانی بیعت میں ہے اس کے ترجمہ ہونے سے قبل نوربخشی لوگ اس کتاب سے کم ہی آشنا تھے میری عمر اس وقت 67 سال ہے اس دوران میں نے نوربخشی مسلک کے اندر بے شمار نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ میرا ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے کبھی علماء کی شکل میں، کبھی روسا کی شکل میں اور کبھی بحرانوں نے اس فرقہ کو بچایا ہے۔ ورنہ کتابی شکل میں آنکھیں ترستی رہتی۔ اس زمانے میں تعلیم یافتہ طبقہ کی بھی کمی تھی۔ راجہ ناصر علیخان کے دور میں کاچو حسن خان (عرف خاپہ) نے نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے لئے بغدادی اب کے نام سے شائع کیا اور ڈھیر ادون ہندوستان جا کر انجمن سازی کر کے لوگوں کو مذہب سے لگاؤ پیدا کیا اس دور میں وہاں سے ملا حمزہ علی نے کئی کتابیں لکھی ہیں جس نے اس مسلک کو بچانے میں اہم کردار ادا کیا انہوں نے نور المومنین فلاح المومنین، عقائد المومنین اور قامع الحق نامی کتابیں تحریر کر کے ترستی ہوئی آنکھوں میں چمک پیدا کی۔ اس کے بعد ممتاز عالم دین علامہ محمد بشیر صاحب اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے فقہ احوط، اصول اعتقادیہ اور دعوات صوفیہ کا اُردو ترجمہ کر کے عوام میں تقسیم کیں اور ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچایا جس سے نوربخشی دُنیا کو احیاء نو ملی۔ ان کتابوں کی اشاعت میں نوربخشی طلباء کی تنظیم ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ نے علامہ صاحب کی بہت معاونت کی۔ مگر امامیہ والوں نے لوگوں کو بہکا کر غلط فہمیاں پیدا کر کے ان کی دینی خدمات کو سبوتاژ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ علامہ بشیر صاحب فقہ احوط کے مترجم تھے ان کو فقہ کے اندر ترمیم واضافہ کا اختیار کس طرح ہوسکتی ہے؟ مگر یہ عناصر علامہ بشیر صاحب کے ہاتھوں فقہ کے متن میں ردوبدل کرانا چاہتے تھے اور گیارہ نکات کے نام سے مطالبات پیش کر دیئے مگر مرحوم پیر سیّد عون علی الموسوی نے ان مطالبات کو یکسر مسترد کر کے علامہ بشیر صاحب کے ترجمہ کردہ مسودہ شائع کرنے کی اجازت دی جس کے بعد یہ گیارہ نکات دَم توڑ گئے اور فقہ سیّد محمد نوربخش ترمیم واضافہ سے بچ گیا۔ اگر اس وقت مرحوم پیر صاحب اُس کی اشاعت پر راضی ہوتے اور شائع ہوجاتا تو آج اہل نوربخشیہ شاہ سیّد محمد نوربخش کے تقلید سے نکل چکے ہوتے اور تقلید حیّ کا سلسلہ شروع ہوتا مگر مرحوم پیر صاحب نے دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقہ کی اصل حالت کو برقرار رکھا مگر رشتہ داروں کی ناراضگی مول لی۔ مرحوم پیر صاحب نے مفتی عبداللہ صاحب اور علامہ بشیر صاحب کو ملکر فقہ کی

اشاعت کا ناسک دیا مگر انہوں نے مذکورہ عناصر کے دباؤ میں آ کر ان گیارہ نکات میں سے ایک نکتہ مروجہ اذان کو فقہ میں حاشیہ کے طور پر الگ سے صفحہ میں شامل کیا گیا مگر اللہ کے فضل و کرم سے عربی متن پھر بھی محفوظ رہا جس کے لئے نوربخشی عوام ان دونوں کے شکرگزار ہیں۔

نوائے صوفیہ: آپ نے اپنے تاثرات میں علامہ بشیر صاحب کی کارکردگی کی تعریف کی ہے اس سلسلے میں ذرا تفصیل سے بتانا پسند کریں گے۔

ماسٹر حسن: علامہ محمد بشیر صاحب نے شاہ سید کے بعد اس مسلک کی جتنی آبیاری کی ہے وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی آج کل جتنے بھی علماء اور فضلاء نظر آرہے ہیں۔ یہ سارے اُن کی ترجمہ کردہ اہم کتابوں کے بل بوتے پر جید علماء کا روپ دھارے ہوئے ہیں اگر فقہ احوط جیسے اہم عربی کتاب کا اُردو ترجمہ نہ ہوتا تو اُن کا طوطی نہ بولتا۔ میں سمجھتا ہوں علامہ بشیر صاحب نے اس مسلک کو ڈوبنے سے بچایا ہے اور حیات نو دی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور علامہ بشیر صاحب جیسے درویش صفت عالم دین کی بدولت سارے پڑھا لکھا طبقہ عالم کی شکل میں بولتے ہیں اور عوام اس مسلک سے تعلق رکھنے کا سبب بنا ہے۔ تاہم بے قدر اور مفاد پرست طبقہ ان گراں قدر خدمات کو نظرانداز کر کے اپنا کردار بیان کرتے ہیں۔ ان مفاد پرستوں نے اس مسلک کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اتفاق و اتحاد کے لئے معاہدہ کریس اور معاہدہ بلغار کافی ہے اور خود مرحوم سید عون علی الموسوی اور راجہ فتح علی خان صاحب نے مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ کے نام سے انجمن قائم کی، آج بعض مفاد پرستوں کو یہ نام پسند نہیں ہے بلکہ امام جیسے مقدس نام لے کر لوگوں کو بلیک میل کرتے ہیں۔ ان تمام علماء اور سادات کو علامہ بشیر صاحب کا شکرگزار ہونا چاہئے کیونکہ اگر انہوں نے فقہ احوط، اصول اعتقادیہ اور دعوات صوفیہ کا اُس وقت اُردو ترجمہ نہ کرتا تو آج حالت مختلف ہوتی اور خالصہ سرکار بندر بانٹ ہو چکے ہوتے کارگل اور لداخ کے علاقے میں یہ کتابیں دستیاب نہ ہونے کی بناء پر سارے نوربخشی اپنا مذہب تبدیل کر بیٹھے مگر ہماری مذہبی قیادت خاموش تماشائی بنے رہے۔ آج ان علاقوں میں یہ کتابیں پہنچ گئی ہیں جس کی وجہ سے ادھر اُدھر جانے سے رُک گئے ہیں۔ اگر علامہ صاحب کی حوصلہ افزائی کرتے تو آج وہ کتابوں کا ذخیرہ کرتے مگر مسلسل حوصلہ شکنی کی وجہ سے وہ بھی رُک گئے۔

نوائے صوفیہ: آج کل گروہ بندی میں علماء و مذہبی قیادت ان کی سرپرستی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

ماسٹر حسن: بدقسمتی سے آج کل دو گروہ ہو گئے ہیں وہ بھی موجودہ پیر صاحب کے دور میں اور دونوں گروہی سیاست کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اتنا دور نکل گئے ہیں واپسی کا راستہ بھی محدود کر دیا ہے۔ اگر حلفیہ نامہ کریس اور معاہدہ بلغار کی روشنی میں خلوص کا مظاہرہ کریں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا کیونکہ اکٹھے نماز پڑھتے ہیں مذہبی رسومات بھی مشترکہ کرتے ہیں تو گروہی سیاست کا کیا مقصد ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر پرانی کتابوں کا ترجمہ ہو جائے تو پڑھا لکھا طبقہ صحیح اور غلط کی خود پہچان کر سکتے ہیں اور عوام کو صحیح تعلیمات پہنچائیں تو گروہی سیاست خود بخود ختم ہو جائے گی۔

نوائے صوفیہ: ماضی اور حال میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

ماسٹر حسن: اس وقت گروہ بندی کے علاوہ باقی تمام حالات پہلے سے بہتر ہیں۔ اب تو اعلیٰ تعلیم یافتہ علماء کرام کافی تعداد میں نکلے

ہیں جس کی وجہ سے لوگ تبدیلی مسلک نہیں کرتے ورنہ سازشی عناصر اور مفاد پرست اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے۔ ماضی میں سید علی کریسی نے اس مسلک کو بہت نقصان پہنچایا مگر ہماری مذہبی قیادت نے اس کا علم ہوتے ہوئے ایک لفظ تک نہیں کہا آخر کار انہوں نے نوربخشیوں کی ایک بڑی تعداد کو تبدیلی مسلک پر راضی کر کے لے گئے اور اسی طرح علاقہ کندوس، سینو وغیرہ جگہوں پر سید مرتضیٰ صاحب وغیرہ نے نوربخشیوں کی بڑی تعداد کو بھی تبدیلی مسلک پر راضی کر کے ساتھ لے گئے مگر ہماری مذہبی قیادت خاموش تماشائی بنی رہی۔ موجودہ زمانے میں شیخ سکندر نے نوربخشیوں کو متحد نہیں ہونے دیا اور سیرۃ معصومین نامی کتاب کے ذریعے قرآن مجید جیسی کتاب اللہ کے خلاف تاریخی شواہد سے شکوک وشبہات پھیلانے کی کوشش کی اور اصلی قرآن امام مہدیؑ لے کر ظہور ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے اس پر علماء صوفیہ نوربخشیہ اور مختلف مکاتب فکر کے علماء اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کتاب کے بیہودہ مندرجات پر فتویٰ دیا اور بند کرنے کا احکام صادر کیے مگر امامیہ والے تعریف کر رہے ہیں اور چوری چھپے اس کی خریداری میں مصروف عمل ہے تو دین کی ترقی کیسے ہوگی۔

نوائے صوفیہ: نوائے صوفیہ کے کردار کے بارے میں آپ کیا بتانا پسند کریں گے؟

ماسٹر حسن: نوائے صوفیہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ابتداء سے ہی اس مسلک نوربخشیہ کی بین الاقوامی طور پر تشہیر کے لئے کوشاں ہے اور دُنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں اس کی کاپیاں دستیاب ہیں پاکستان میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ نے اسے بہت پسند کیا ہے اور مقبول رسالوں میں شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے اسے اپنے اور غیر دونوں پڑھتے ہیں۔ نوائے صوفیہ نے نوربخشی تعلیم یافتہ طبقہ کو فن صحافت میں طبع آزمائی کا موقعہ فراہم کیا اور علمی شعور میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ میں ادارہ نوائے صوفیہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے یہ جریدہ شروع کیا اور تقریباً پندرہ سال گزرنے کے باوجود اپنی اشاعت مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے اس کی مقبولیت میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہوا ہے ورنہ مذہبی رسالہ جس میں خاص آمدنی بھی نہیں ہوتی دیرپا نہیں ہوتا۔ میں تعلیم یافتہ طبقہ سے گزارش کروں گا کہ وہ نوائے صوفیہ کا خریدار بن کر اس کے استحکام میں اپنا پورا ساتھ دیں اور سب سے بالخصوص مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس کی ممکن حد تک مالی مدد فرما کر دین دوستی کا ثبوت دیں۔

☆☆☆

بقیہ قارئین کے خطوط

میں نوائے صوفیہ کا پرانا اور مستقل قاری ہوں۔ میرے والد صاحب کو نوائے صوفیہ پڑھنے کو ملتے ہیں اس کے ساتھ میں بھی بڑے شوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔ میں ساتویں جماعت میں ہوں۔ میں عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود رسالہ کو دیکھنے کا کام پانچویں جماعت سے شروع کیا ہے۔ میرے ماموں بھی نوائے صوفیہ کے پرانے خریدار ہیں۔ میں کبھی کبھار اس کے ساتھ نوائے صوفیہ پڑھتا ہوں۔ اس کو دیکھنے سے میرے دل کو سکون ملتا ہے اور دینی تعلیمات بھی پاتے ہیں۔ خصوصاً آپ کے مسائل اور ان کا حل، بہت معلوماتی ہے۔ بھارت میں مقیم صوفیہ نوربخشیہ لوگوں کو سلام عرض ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین (افتخار حسین بلغاری، طالب علم ہائی سکول ڈوغنی بلغار ژہوق)

☆☆☆

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید ترین سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ سابقہ شمارے میں محترم غازی محمد اسماعیل 14 این ایل آئی رجمنٹ اور محترم ہادی علی تمنا جنرل سیکرٹری این وائی ایف گلاب پور شگر کے سوالات کے جوابات شائع کئے گئے تھے۔ غازی محمد اسماعیل صاحب کے ایک سوال کا جواب اور ہادی علی تمنا صاحب کے دس سوالات کے جوابات شائع کئے گئے تھے۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر 1: قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

سوال نمبر 2: بندۂ مومن کی زندگی کس انداز میں بسر ہونی چاہئے؟

سوال نمبر 3: جوتے پہن کر نماز جنازہ کی بجا آوری کیسی ہے؟

سوال نمبر 4: خواتین کے لئے پردے کی حد بندی کونسی ہے؟

سوال نمبر 5: رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہونے کی تاکید والی قرآنی آیت کونسی ہے۔ (سائل ہادی علی تمنا، گلاب پور شگر)

سوال نمبر 6: مسجد کی چھت پر مدرسۃ البنات قائم ہے۔ کیا معلمہ مخصوص ایام میں بھی طالبات کو پڑھانے کے لئے مسجد کی چھت پر جاسکتی ہے؟ (سائل سپاہی ذاکر، چھورنبی ٹیکسلا کینٹ)

جوابات

جواب نمبر 1: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اس مقصد کے لئے جملہ احکام کی درست بجا آوری پر مداومت ضروری ہے چنانچہ حکمِ رب کے تحت بجالائی جانے والی ہر ہر عبادت کی نیت میں قُرْبَۃً اِلَی اللّٰہ کی قید رکھی گئی ہے۔

جواب نمبر 2: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ بندہ مومن کی زندگی عملی زندگی ہونی ضروری ہے۔ عبادت گزاری والے جملہ احکام الٰہی کو اولیت دینا اور اپنے خالص دنیوی کاموں کو ثانوی حیثیت دینے کی صورت میں ایام گزارنے کا رویہ اپنانا بندۂ مومن کی زندگی کا عکاس ہے۔

جواب نمبر 3: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ عام نمازوں کی طرح نماز جنازہ کے لئے بھی اس کے واجبات اور شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے جواز والی اضطراری صورت کے سوا نماز جنازہ کے لئے بھی جوتوں کا اُتارنا ہی حکم ہے کیونکہ جوتوں کے پاک ہونے کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔

جواب نمبر 4: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ شریعت محمدیہ کی رُو سے خواتین کو اپنی ذی رحم محرم حضرات کے سوا دیگر جملہ افراد سے پردہ پوشی ضروری ہے۔ تاہم کلائیوں تک ہاتھوں کی انگلیاں اور ٹخنوں تک قدموں کو اس حکم سے مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔

دُنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ۔ معروفی

ڈپٹی ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ، سیّد اکبر کاظمی صاحب کے انتقال پر اظہار افسوس

شمالی علاقہ جات کی لوکل گورنمنٹ میں متعین ڈپٹی ڈائریکٹر، سیّد اکبر کاظمی صاحب جن کا تعلق مشہ بروم سب ڈویژن تھگس کے سیّد گھرانہ سیّد مختار حسین صاحب میر واعظ تھگس کے صاحبزادہ اور سیّد شمس الدین صاحب ہیڈ ماسٹر کے چھوٹے بھائی تھے جو دل کا دورہ پڑنے سے اچانک انتقال کر گئے جس کی وجہ سے شمالی انتظامیہ ایک اچھے افسر سے محروم ہوگئی ہے۔ مرحوم انتہائی نیک اور ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے لوکل گورنمنٹ اور پس ماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مرحوم کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ سیاسی اور گروہی بندی میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ آپ کو پسند کرتے تھے۔ ادارہ نوائے صوفیہ مرحوم کے غم میں لواحقین کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

تعزیتی اجلاس

مورخہ 28 جنوری بروز جمعہ کو ہیومن ویلفیئر آرگنائزیشن تلیس گلگت یونٹ کا ایک تعزیتی اجلاس صدر فدا علی کے زیر صدارت کنوداس گلگت تلیس ہاؤس میں منعقد ہوا جس میں تنظیم کے تمام اراکین نے شرکت کی۔ جس میں جناب سیّد اکبر حسین کاظمی صاحب جو کہ ایل بی آر ڈی کے ڈپٹی ڈائریکٹر تھے حالیہ دنوں میں چھٹی پر گاؤں گئے ہوئے تھے اچانک انتقال پر گہرے دُکھ اور غم کا اظہار کیا گیا اور جناب سیّد شمس الدین اور جناب سیّد زین السادات اور دیگر لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا اس موقع پر مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔

☆☆☆

منشی محمد باقر انتقال کر گئے

استاد سودے علی عسکری کے والد صاحب فوت ہوئے۔ بادوا پبلک سکولز کے بانی صوفی نثار حسین کے والد منشی محمد باقر قانون گو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ قارئین نوائے صوفیہ ان وفات یافتگان کی مغفرت اور پسماندگان کی صبر و استقامت کے لئے دعائے خیر کریں۔ ادارہ نوائے صوفیہ مرحومین کے مغفرت کے لئے دعا گو ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

حاجی رستم علی ابدالی انتقال کر گئے

حاجی رستم علی ابدالی کافی عرصے سے بیمار تھے بروز جمعۃ المبارک 18 فروری کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ

کے پابند، متقی اور پرہیزگار تھے مرحوم ابدالی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ابدالی خاندان میں ان کو ایک اہم مقام حاصل تھا مرحوم نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے رکن ولایت علی ابدالی کے نانا تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

☆☆☆

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ ضرابر میں اعتکاف نشینی

گزشتہ دنوں مسجد صوفیہ نوربخشیہ ضرابر گلاب پور میں ایک روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ اعتکاف میں 35 خوش نصیبوں نے حصہ لیا اعتکاف کی قیادت مرشد صوفیہ سید نواز حسین ہنگوی علامہ مفتی علی محمد ہادی، جناب مولانا قاری محمد شریف، میر واعظ الجوڑی نے کی۔ دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر ملت صوفیہ کے اتحاد ملک کی سلامتی و استحکام کے لئے خصوصی دعا کی۔ معتکفین میں بوڑھے جوان سب شامل تھے۔ اختتام پر معتکفین کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ اس محفل میں علمائے کرام نے رموز تصوف پر خوب روشنی ڈالی۔ استقبال کے لئے گلاب پور بھر سے عوام نے بھرپور حصہ لیا۔ آخر میں قاری مولانا محمد شریف کی دعائیہ کلمات کے ساتھ۔ اس محفل کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

کراچی میں عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر اعتکاف نشینی

غلام نبی شگری گلاب پور حال کراچی

محمد حسین سلوی لائنز ایریا، کراچی

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کورنگی میں مورخہ 27 جنوری بروز جمعرات کو سہ روزہ اعتکاف نشینی اختتام کو پہنچی۔ جس میں خپلو، سرمیک، چھوربٹ اور شگر کے نوجوانوں نے شرکت کی۔ اس روحانی عبادت کی نگرانی مدرسہ شاہ ہمدان کے سابقہ طلباء غلام نبی شگری اور مولانا عبدالسلام شگری، مولانا نور حسن خپلوی، مولانا اشرف تلسوی نے انجام دی۔ اس موقعہ پر ایک مختصر سی روحانی محفل کا اہتمام کیا گیا جس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت غلام نبی شگری نے حاصل کی اس کے بعد بارگاہ رسالت میں نعت رسول مقبول ﷺ پڑھنے کا شرف آصف سرمیکی کو ہوا۔ اس موقع پر مولانا عبدالسلام شگری نے تصوف کو موضوع سخن بناتے ہوئے ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد بواشکور چھوربٹی صاحب نے فضائل ذکر پر روشنی ڈالی۔ اس روحانی پروگرام میں کثیر تعداد میں تصوف کے پروانے معتکفین کے استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ پروگرام مدرسہ شاہ ہمدان کے سابقہ طلباء نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ عوامی کالونی کورنگی کے جوانوں اور بہنوں نے بھرپور تعاون کیا۔ خصوصاً بواحسن سرمیکی صاحب نائب ناظم کورنگی کراچی نے بہت زیادہ تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دُنیا میں کامیابی عطا فرمائے اور آخر میں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کے خطیب و پیش امام مولانا غلام محمد حقانی صاحب نے تمام عالم اسلام کے مسلمان بہن بھائیوں کے حق میں دُعا کی اور خصوصاً مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی کے لئے دُعا کی گئی۔

☆☆☆

تصوف کے پروانوں کا روح پرور اعتکاف

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی بلتستان کے طول و عرض میں تصوف کے پروانوں رمضان المبارک کے مہینے میں اعتکاف کیا۔ مختلف خانقاہوں اور مساجد میں معتکف ہوئے جو عموماً

ایک دن سے چالیس دنوں تک محیط تھا۔ تاہم صوفی محمد حسن عسکری خپلو نے چالیس دن معتکف ہونے کا اعزاز حاصل کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے صوفیوں کو سلامت رکھے۔ خپلو بالا، براہ بالا، براہ پائین، کریس، سرمیک، کھرکو، کورو، تھلے سکسا، خپلو پائین، غورسے، تھگس میں بکثرت لوگ اعتکاف کے لئے بیٹھے اور اختتام پر اعتکاف کی عید منائی۔ اس موقع پر باقاعدہ جلسہ منعقد ہوا۔ سب سے بڑا جلسہ اور اجتماع خپلو بالا کے محلہ ہنڈلی کی مسجد میں ہوا اس عظیم الشان متبرک موقع کی مناسبت سے اجتماع عام کا اہتمام ہوا جس سے جناب قاری محمد ابراہیم، حافظ ذاکر علی سرموی، مولانا رستم علی، مولانا علی محمد، مولانا عبدالحمید، مولانا سید علی، مولانا فقیر محمد ابراہیم اور راقم نے خطاب کیا۔

☆☆☆

چیئرمین یوسف کا اعزاز

خپلو کی معروف سیاسی، سماجی شخصیت چیئرمین محمد یوسف صاحب تیسری بار بلدیہ خپلو کے چیئرمین منتخب ہوئے ہیں جب سے خپلو بلدیہ کی تشکیل ہوئی ہے تب سے ہی آپ چیئرمین چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے اپنی چیئرمین شپ کے دوران خپلو میں تعمیر و ترقی کا قابل قدر کام سرانجام دیئے اور دے رہے ہیں۔

واضح رہے کہ آپ بلدیہ کی تشکیل سے پہلے یونین کونسل خپلو کے مسلسل چار بار چیئرمین رہ چکے ہیں جب سے بلدیاتی انتخاب کا سلسلہ شروع ہوا تب سے اپنے حلقے سے بلامقابلہ ممبر منتخب چلے آرہے ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ کی جانب سے مبارک قبول ہو۔

☆☆☆

سلترو سیاچن ہاسٹل کراچی میں بزم ادب کا انعقاد

سٹوڈنٹس ویلفیئر ایسوسی ایشن سلترو سیاچن کراچی کی ایک محفل بزم ادب کورنگی ہاسٹل میں منعقد ہوئی جس میں تمام طلباء اور نوجوانوں نے شرکت کی محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت محمد بشیر نے حاصل کی۔ نعت اور ملی نغمہ حمایت اور منظور نے پیش کئے۔ محمد اسحاق نے تقریر کی اور تعلیم پر زور دینے کی تلقین کی اور صدر غلام رسول نے اپنی تقریر میں تمام طلباء کو اتفاق و اتحاد پر زور دیا اور آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے سب کو یک جان اور دو قالب ہو کر کام کرنے کی ہدایت کی۔ اس موقع پر اُستاد نجم الدین صوفی بھی بزم میں شریک ہوئے اور اپنی تقریر میں تمام طالب علموں کو اپنے اندر تعلیم کے شعور کو اجاگر کرنے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جذبہ اور کوشش کو جاری رکھنے پر زور دیا اور بزم ادب کا سٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد ابراہیم نوری نے انجام دیئے۔ اس سال کورنگی ہاؤس میں بھی رمضان مبارک میں نماز تراویح کا اہتمام کیا گیا اور باجماعت نماز پڑھنے کا آغاز ہوا۔

☆☆☆

نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ چندو کا اجلاس

7 جنوری 2005ء کو نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت مولوی محمد بشیر پیش امام تھلے چندو مدرسہ سید العارفین صوفیہ نوربخشیہ تھلے چندو، میں منعقد ہوا جس میں نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ تھلے چندو کے تمام نوجوانوں نے شرکت کی اور اجلاس میں کافی غور و فکر کے بعد یہ طے پایا کہ زمانے کے حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ مدرسے کی تعمیر و توسیع میں کام

جاری رکھنے پر پُرزور حمایت کا یقین دلایا۔ مدرسۃ العارفین چنڈو میں اس وقت 180 کے قریب طلباء و طالبات فقہ الاحوط اور دعوت صوفیہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آخر میں قاری عنایت اللہ کی تقریر کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆

اس سال عشرہ محرم الحرام جامع مسجد صوفیہ بخشیہ اسلام آباد میں مذہبی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا گیا

مولانا عبدالسلام صاحب جہلوی نے عشرہ محرم کے مجالس سے خطاب کرتے ہوئے کہا مسلمان اسوہ شبیری پر عمل کر کے انسان دُنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا امام عالی مقام نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنے خاندان کو خدا کی راہ میں لٹا دیا مگر ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنے سے ہچکچاہٹ تک محسوس نہیں کی۔ انہوں نے کہا حضرت امام عالی مقام اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک جانثاران حسین ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا اگر کربلا کا سانحہ رونما نہ ہوتا اور حضرت امام حسین کا کردار پیش نظر نہ ہوتا تو اس امت کی تاریخ مختلف ہوتی۔ اور مسلمان فسق و فجور کے سامنے جھک جاتے اور باطل کی بیعت اور شر کے ساتھ مصالحت کر لینے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے انہوں نے امت مسلمہ کے لئے ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس پر ہم رہتی دُنیا تک فخر کر سکتے ہیں مولانا نے کہا فلسفہ شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ شعائر اسلام کی حفاظت اور کلمہ حق کے لئے کسی مصلحت کا شکار نہ ہوں بلکہ امام عالی مقام نے زخمی حالت میں بھی نماز ادا کر کے اپنے چاہنے والوں کو یہ پیغام دیا کہ دین اسلام کے اس ستون کو ہر حالت میں متزلزل نہ ہونے دیں بلکہ اس کے استحکام کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں اسی کا نام جہاد ہے۔



مولانا عبدالسلام صاحب محرم کے مجلس سے خطاب کر رہے ہیں

بقیہ فلسفہ شہادت

کے میدان میں جو قربانی پیش کی اُس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ امام مظلوم کی شہادت نے ضمیروں کو بیدار کیا دلوں کو بدلا اور ذہنی انقلاب کی راہیں ہموار کیں۔ درحقیقت شہادت امام حسین عقیدے کی پختگی، مقصد کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی اور ظلم کے ساتھ کسی بھی شرط پر مفاہمت نہ کرنے کے اعلیٰ اصولوں کا مظہر ہے جو ہمیں ہر حال میں حق کی پیروی کرنے کا درس دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوہ شبیری پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ قارئین کے خطوط

سرکردگان نوائے صوفیہ سدا سلامت رہیں۔ میں پڑھائی کے سلسلے میں کراچی میں تھا اور یہاں آکر مجھے کیبرز بلڈنگ ہاسٹل، کی صورت میں ایک محبت، امن، بھائی چارگی اور اہل تصوف کا ایک روشن چمکتا دمکتا گہوارہ ملا۔ جس کی صوفیانہ ماحول میں رہ کر مجھے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ نوائے صوفیہ جیسی نعمت کا بھی مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ میں نے اس حلقہ تصوف میں تاحیات رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لہذا آئندہ سے میرے پتہ پر یہ نوائے حق ارسال فرماتے رہیں۔ (محمد بشیر باسط شگری)

قارئین کے خطوط

محمد انور

ہم دونوں نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار ہیں لیکن ہمیں کئی مہینوں سے رسالہ موصول نہیں ہوا۔ برائے مہربانی ریکارڈ چیک کر کے ہمیں رسالے کی ترسیل جلد از جلد شروع کریں۔ ہمارا محبوب رسالہ ہمیں بہت یاد آتا ہے۔ ہمارے پاس کتابیں تو بہت ہیں مگر جو لطف ہمیں اس رسالے کے مطالعہ سے ملتا ہے وہ کسی اور کتاب سے نہیں مل سکتا۔ وادی کشمیر کے برف پوش اور سرسبز و شاداب پہاڑوں پر ہمارے صرف نظر اس رسالہ میں پڑا ہوا ہے۔ جس کو کئی بار پڑھنے کے باوجود ہماری پیاس نہ بجھ سکی۔ یہ رسالہ ملت نوربخشیہ کے ہر قدم پر ترجمانی کر رہا ہے اس رسالے کو عصر حاضر کا مبلغ تصوف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نوائے صوفیہ کی مقبولیت پر چند مفاد پرست لوگ ناخوش ہیں اور ملت صوفیہ کے اتحاد کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شاہین تیری پرواز سے جلتا ہے زمانہ
تو اور بھی اس آگ کو بازو کی ہوا دے

(شاہد علی دم کی و موسیٰ علی کلیم کھر کوئی)

جواب: دونوں کو سابقہ شمارہ بھی معرفت FDU-17 کے پتہ پر ارسال کیا تھا مگر آپ لوگوں نے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع نہیں دی جس کی وجہ سے شاید آپ کو نہ مل سکا ہو۔ باقی تمام قارئین سے گزارش ہے کہ جب بھی اُن کا پتہ تبدیل ہو تو ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں ورنہ خواہ مخواہ ادارہ کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور آپ لوگوں کو رسالہ بھی نہیں ملتا۔

☆☆☆

بلوچستان جیسے دور دراز مقام پر رسال نوائے صوفیہ ارسال کرنے پر آپ کا شکرگزار ہوں۔ نوائے صوفیہ اس نازک دور میں نوربخشی عوام کی رہنمائی اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی کے لئے ایک درس گاہ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعا کرتا ہوں کہ منتظمین نوائے صوفیہ کو اس مقبول رسالہ کے ذریعے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی تاقیامت خدمت جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے نام پر دو رسالے آرہے ہیں براہ کرم اپنا ریکارڈ درست کرلیں۔ (فدا حسین نوید کھر کوی)

جواب: فہرست میں سے ایم ٹی فدا حسین کا پتہ ختم کر دیا ہے تاہم آئندہ ایک ہی نام لکھا کریں۔

☆☆☆

مجھے اگست 2004ء سے نوائے صوفیہ نہیں مل رہا ہے میں نے سالانہ چندہ جولائی 2004ء کو ارسال کیا تھا اور وصولی کی رسید بھی میرے پاس موجود ہے مگر یونٹ میں رسالہ نہیں آرہا ہے لہذا آئندہ گاؤں کے پتہ پر ارسال کیا کریں۔ علامہ صاحب کے مضمون اور سوال و جواب کا انتظار کرتے ہیں۔ علامہ صاحب اور تمام قارئین نوائے صوفیہ کو سلام۔ (غلام حسن بلغاری کھرمنگ)

جواب: آپ کا سابقہ شمارہ بھی گاؤں کے پتہ پر بھیجا تھا شاید ملا ہو گا پتہ کی بار بار تبدیلی سے نہ ملنے کی شکایت ہوتی ہے۔

☆☆☆

باقی صفحہ ۳۳ پر

کورنگی مسجد میں یہ رسالہ نہیں ملتی اس کا انتظام فرمائیں۔ نوائے صوفیہ پڑھنے سے دل کو سکون ملتا ہے یہ رسالہ ہر ماہ شائع ہونا چاہئے۔ ایک دلچسپ بات بتا دوں وہ یہ ہے کہ نوائے صوفیہ کراچی میں نہ آنے سے یا آنے میں دیر ہونے سے امامیہ والے خوش ہوتے ہیں اور آنے پر افسردہ ہو جاتے ہیں۔

(کاچو افضل خان، شارع فیصل کراچی)

☆☆☆

وصولیات

شمارہ 84 کی اشاعت کے بعد درج ذیل مستقل خریداروں اور نمائندوں نے ادارہ کے نام پر بذریعہ منی آرڈر یا بائی ہینڈ رقوم بھیجیں۔ ادارہ ان تمام حضرات کا شکرگزار ہے۔

نمبر شمار	رقم بھیجنے والے اصحاب کا نام	روپے
1-	غلام محمد صاحب نمائندہ کراچی	720/-
2-	محمد حسن سرکی	200/-
3-	غلام علی چوہان	200/-
4-	محمد ایوب جماچو تھگسں خریداری (771)	200/-
5-	علی حسین غوری مدرس الچوڈی شگر (1068)	200/-
6-	غلام حسن صاحب ٹی جی ٹی سکسا	500/-
7-	آخوند عبدالصمد حسن آبار چھوربٹ (81)	150/-
8-	غلام محمد نمائندہ چھلو (دو شماروں کے)	600/-
9-	آخوند محمد علی شبیری کورودی، این ایل آئی	200/-
10-	غلام محمد، آڈیٹر (سالانہ فیس)	200/-
11-	محمد یاسین منیر، کریس کراچی	3000/-
12-	انجینئر مرتضیٰ صاحب (897)	200/-
13-	مولانا شکور علی انور گلگت (نمائندہ)	1500/-
14-	ابراہیم کریس کراچی (2013)	250/-
15-	سپاہی محمد چو	200/-
16-	مسافر حسین بلغار ثرق یلغار (نمائندہ)	300/-
17-	غلام مہدی نمائندہ سکردو	735/-
18-	آخوند محمد علی شبیری، ایل ایل آئی	400/-
19-	آخوند محمد حسین، سرموں پل (802)	300/-
20-	شمیم رضا بگٹی، نمائندہ چھلو	2020/-
21-	دولت علی، نمائندہ سکردو	450/-
22-	محمد علی، ہڑنگوس تھلے (نمائندہ تھلے)	140/-
23-	دلشاد، لونگوس تھلے (نمائندہ تھلے)	160/-
24-	علی پور اسلام آباد سے فروخت ہو کر	65/-
25-	مری سے فروخت ہو کر	65/-
26-	نامعلوم	500/-
	غلام محمد نمائندہ کراچی	840/-
	محمد موسیٰ صاحب ببردار حسن آباد	200/-

(i) ایک نو مسلم خریدار محمد .... نے 200/- رو
منی آرڈر کیا ہے مگر پتہ کٹ جانے کی وجہ سے معلوم نہیں ہو
ہے صرف ڈاکخانہ اور تحصیل چھلو لکھا ہوا ہے لہذا مکمل پتہ تحر
کے مطلع کریں۔

(ii) کسی اور نے بھی اگر رقم بھیجی ہو اور اس کا نام شائع ہو
سے رہ گیا ہو تو حوالے کے ساتھ مطلع کریں۔

(iii) غلام حسن حسو صاحب کے پاس جن خریداروں
سالانہ چندہ جمع کیا ہے وہ ابھی تک موصول نہیں ہوا ہے لہذا ا
نام اگلے شمارہ میں موصول ہونے پر لکھا جائے گا۔ تاہم رسال
کے نام پر جاری کر دیا ہے۔

(iv) آخوند مہدی صاحب تھگسں برائے مدرسہ صوفیہ نور بخ
ڈیرہ دون انڈیا۔ 000/-

نوائے صوفیہ

ہے تصوف کا صحیح عنوان نوائے صوفیہ

عارفوں اور صوفیوں کی شان نوائے صوفیہ

جس میں تعلیمات نوربخش ہے بھری کوٹ کوٹ کر

لوٹ لو نوربخش کا ہے فرمان نوائے صوفیہ

مشرب ہمدان کی ہے خوبصورت ایک کڑی

ہے حقیقت کی یہی پہچان نوائے صوفیہ

جس میں اخبار تصوف بھی پنہاں ہے جابجا

علم و عرفان ہے بھی ہے میدان نوائے صوفیہ

کٹ گئے تھے انڈیا کے نوربخشی بھائیوں سے کبھی

کردیا ہے سب کو پھر یک جان نوائے صوفیہ

دور و دراز ملکوں میں کیوں ہم اجنبی بن گئے رہیں

ہے ہمارے ہاتھ میں ہر آن نوائے صوفیہ

جس کی شہرت میں کمی کیوں آئے گی اے دوستو

ہے مدیر اس کا ابوالعرفان نوائے صوفیہ

ایک زمانہ تھا ہمیں حیران کیا کرتے تھے لوگ

کردیا ہے سب کو اب حیران نوائے صوفیہ

ایک قلیل مدت میں لوگوں میں ہوا مقبول عام

کوچے کوچے میں ہے یہ اعلان نوائے صوفیہ

اے خدا رکھیو سلامت کارکنان نوائے صوفیہ

ان کا ہم پر ہیں بہت احسان نوائے صوفیہ

روز بروز ہو جائے بہتر اس کی معیار اور بھی

بس یہی یاسین کی ہے ارمان نوائے صوفیہ

محمد یاسین منیر کریس